درس حدیث

محمد اظہر مدنی

حقوق العباد میں کون مقدم؟

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال أمك، قال ثم من؟ قال ثم أمك؟ قال: ثم من؟ قال: ثم امك قال: ثم من؟ قال ثم أبوك. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة ٥٩٧١ صحيح مسلم، باب البر والصلة باب بر الوالدين وأيهما أحق به ٢٥٤٨)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ ''تمہاری والدہ'' (حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہیں)، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری والدہ'' اس نے پوچھا۔ پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تمہاری والدہ''، اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تمہارا باپ۔

تشریح: بندوں کا حق، بندوں پر بہت زیادہ ہے۔ اوران میں یعنی حقوق العباد میں سب سے مقدم والدین کا حق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کے تعلق سے تاکیدی حکم فرماتے ہوئے ان کی خدمت کو تمام اعمال پر مقدم رکھا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ آپ قرآن کریم کی سورہ الاسراء کی اس آیت کریمہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری، ان کے حضور ادب واحترام اور عاجزی وانکساری سے پیش آنے نیز ان کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ کرنے کا ذکر ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں پیرانہ سالی کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے نازیبا کلمات تو دور کی بات ہے اف تک نہ کہنا اور ہمیشہ تواضع سے پیش آنا۔ حقوق العباد میں والدین کی خدمت سب پر مقدم ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے پسندیدہ کام اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: الصلاۃ على وقتها، نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنا، قال ثم اي؟ پھر پوچھا اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ قال بر الوالدين فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص اللہ کے رسول کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا طلب گار ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے ماں باپ میں سے کوئی باحیات ہے؟ اس نے کہا ہاں دونوں باحیات ہیں، پھر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ واقعی تو اللہ سے اجر وثواب کا طلب گار ہے؟ اس نے کہا ہاں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ والدین کی خدمت کرنا اللہ کی عبادت کے بعد سب سے اہم فریضہ ہے، اس لئے رسول اکرم ﷺ نے والدین کی خدمت کرنے، ان کے سامنے عاجزی وانکساری سے پیش آنے اور ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کو جہاد سے تعبیر فرمایا ہے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں ایک شخص رسول اللہ کے پاس حاضر ہوا اور آپؐ سے جہاد کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا، کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا ففيهما فجاهد کہ جا پھر ان دونوں کی خدمت کر کے جہاد کر۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے جہاد کرنے والوں کو والدین کی خدمت کر کے جہاد کرنے کو فرمایا بلکہ بعض روایتوں میں یہ آتا ہے کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ اس کے برعکس والدین کے ساتھ گستاخی کرنا، ان کی نافرمانی کرنا، ان کو اذیت پہنچانا موجب لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محرومی کا سبب نیز ایک کبیرہ گناہ ہے۔ اور ایسی گستاخیوں کے بدولت اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ والدین کا مطیع وفرمانبردار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا، رزق کو کشادہ کردے گا اور اس کی دعائیں قبول ہونے لگیں گی۔ اس لئے جہاد جیسے عظیم رکن کو والدین کی اجازت کے بغیر انجام نہیں دیا جاسکتا ہے اور جنت جیسی عظیم نعمت کو اللہ تعالیٰ نے والدین کی قدموں کے نیچے رکھ دیا ہے فرمایا الزمهما فان الجنة تحت ارجلهما جاؤ والدین کی خدمت کرو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسول سے ایک صحابی نے پوچھا حقوق العباد میں کون سب پر مقدم ہے تو آپ نے سب سے پہلے ماں کا ذکر فرمایا پھر مسلسل سوال کرنے کے بعد چوتھی دفعہ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ جس طرح والدین نے سایہ شفقت ورحمت میں رکھ کر پرورش وپرداخت کی اسی طرح ان کے اس احسان کا بدلہ احسان، ادب واحترام نیز عاجزی وانکساری کے ساتھ چکانے کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین ☆☆

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

اس وقت پوری دنیا کے انسان خصوصاً مسلمان نت نئے فتنوں اور بیماریوں کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔ایک فتنہ کئی فتنوں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔اگر اس کا بروقت تدارک اور سدباب نہ ہوسکے تو اسی طرح ایک مرض بے شمار امراض کا سرچشمہ بن جاتا ہےاور ناسور کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔پہلے یہ امراض جسم انسانی کو ہی لاحق ہوتے تھے اب وہ روح انسانی کو بھی چاٹ کھانے اور کھوکھلا بنانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ایسا نہیں کہ پہلے یہ جسمانی علالت روحانی علت کا سبب نہیں بنتی تھی۔جسم سے روح کی طرف متعدی ہونا اس مرض کا قدیم زمانہ سے وطیرہ رہا ہے۔مگر دور حاضر میں یہ وبائے عام کا کام کررہا ہے۔مشہور عربی کہاوت ہے جو حدیث رسول ہرگز نہیں مگر تجربہ کی کسوٹی پر بالکل صحیح اترتی ہے کہ ''کاد الفقر ان یکون کفرا ''اندیشہ ہے کہ فقروفاقہ اور تنگدستی کفر کی شکل اختیار کرلے۔

دور کیوں جاتے ہو! ذرا قریب کی مثال تمہارے سامنے ہے اور ذاتی تجربہ شاہد عدل ہے ہماری اس بات پر کہ یہ کورونا کا مرض مہلک ومفسد جس نے جسم وجان کو کھانے کے ساتھ ساتھ دین وایمان کو بھی کھالیا ہے۔بے شمار افراد، احزاب، اقوام، شعوب وقبائل جس کی لپیٹ میں آئے ہیں۔خالص ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کے لیے بھی کئی ناحیہ سے یہ مرض فتنہ اور وبال بنا ہوا ہےاوراس کی مار سے تو غالبا کوئی غنی، فقیروتونگر، مسافر ومقیم، ملک وملت اور خطہ و علاقہ بچا نہیں ہے۔نہ غریب ممالک اس کی دست درازیوں سے بچ سکے نہ مالدار اور سپرپاور ممالک وبلدان اس کے پنجۂ استبداد اور بے رحم وار و یلغار سے محفوظ رہ سکے ہیں۔ہم غریبوں کا شمار وقطار تو کسی معنی میں کہیں سے ہے ہی نہیں۔''الا الذین آمنوا وصبروا واستقاموا''

الغرض یہ ایک مرض جسمانی امراض قلوب واذھان اور علل دین وایمان بن سکتا ہے تو وہ فتنے جو خالص معنوی ہوں اور ایمان واسلام کو ہی بھسم وختم کرنے کے لیے برپا کیے گئے ہوں اس کے اثرات کتنے دیرپا اور موثر ومہلک ہوں گے۔

مدیر مسئول

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
یہ وقت دعا ہے	۵
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول	۷
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے	۱۱
اسلاموفوبیا	۱۲
تزکیۂ نفس کے عملی اقدامات	۱۴
جہیز لینے اور دینے کے حیلے وبہانے اور اس کا انجام	۱۷
منہج سلف کے پاسدار اور دعوت توحید وسنت کے علمبردار شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ	۲۱
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۶
جماعتی خبریں	۲۹
اشتہار اہل حدیث منزل	۳۱
تعاون کی اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ـــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اس لیے اگر اس کے تدارک کا بروقت اور مناسب علاج تجویز نہ ہوا اور اس کے انسداد اور ادراک کے لیے دین وایمان اور ملک وملت کے بہی خواہ حضرات فکرمندی کے ساتھ عملی اقدامات نہیں کریں گے تو اس وبائے عام سے کوئی صالح وطالح گھرانہ اور بھلا برا شخص بچ نہ پائے گا۔ آج عالم یہ ہے کہ بہت سے خوشی کی مناسبات فتنوں کی وجہ سے غم کے حالات پیدا کر دیتی ہیں۔ اور بہت سے غم و اندوہ کے واقعات جشن وشادمانی کے سامان کچھ لوگوں کے لیے فراہم کر دیتے ہیں۔ وہ محلی فتنے ہوں یا بین الاقوامی ہوں، داخلی فتنے ہوں یا خارجی سب کا یہی حال ہے۔ فتنوں کے زمانہ میں قوم کو سب سے زیادہ منظم ومتحد اور ہوشیار و بیدار رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سر اٹھانے اور برگ وبار لانے سے پہلے ہی ان کی بیخ کنی ضروری ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے قبیلہ، اپنے ملک ووطن اور ملک وملت سے تعلق نہ بھی رکھتے ہوں تو آج کے مواصلاتی اور میڈیائی دور میں وہ عموم بلوی اور ہرجائی اور لامتناہی بنتے چلے جائیں گے۔ اس لیے اپنے گرد وپیش خصوصا جوانوں اور نئی نسل کو ان سے خبردار اور متنبہ کر کے ان فتنوں کا شکار ہونے اور آزمائش میں پڑنے سے بچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ کسی ایک کے متاثر یا ملوث ہونے سے پورے ملک وملت اور جماعت کی جان کے لالے پڑنے اور آزمائش میں مبتلا ہونے کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔

چوں از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

کورونا کے مہلک امراض اور اس سے جنم لینے والے فتنوں کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ عشق ومحبت اور میڈیائی اور سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ وارسال کی پاداش میں دینی گرفت جو کمزور ہو چکی ہے اور اخلاقی دیوالیہ پن کی وجہ سے جو پھنساؤ اور صنف نازک کو شکار کرنے والی شادیوں کا بھی سلسلہ ہے اور اس کے دینی اخلاقی اور سماجی جتنی طرح کے فتنے اور مشکلات جنم لے رہے ہیں وہ بذات خود یہ بڑا سانحہ ہے۔ اگر اس کے انسداد اور اس سے جڑے فتنوں اور خطرات سے بچنے کے لیے دور بینی، سنجیدگی اور حکمت عملی اور ہمت عالی سے کام نہیں لیا گیا تو اس سے مزید بھیانک صورتحال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دوسری طرف سے طرح طرح کی تحریکات، جماعات اور جتھے بھی بڑے بھڑ کیلے انداز میں اور پورے بھاؤ تاؤ کے ساتھ حساس اور اہم میدانوں میں کود پڑے ہیں جن کا مزاج دینی وروحانی لگتا ہے۔ مگر وہ بسا اوقات دین فطرت اور حالات وظروف نیز ہمارے ملک وملت کے مزاج سے میل نہیں کھاتے۔ مگر ہمارے لوگ جوش میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں اور اسے مفید ملک وملت سمجھتے ہیں۔ یہ بڑا المیہ ہے۔ عالم اسلام کے مختلف خطوں میں متعدد ناموں سے کئی تحریکات واحزاب اٹھے مگر انہیں کی وجہ سے عوام الناس کو تو چھوڑیئے خواص الناس بلکہ بہت سے ممالک وبلدان میں فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔

حالیہ دنوں پڑوس کے ملک میں سیاسی تبدیلی آئی۔ نئے اقتدار پر نئے قبضہ کرنے والے طالبان کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ تبصرہ کے پٹارے کھلے، تائید وتردید کا بازار گرم نہ تھا مگر میڈیا نے ایک آدھ بیانوں پر بحث وتقرار کی گرم بازاری شروع کردی۔ مختلف ادارے حرکت میں آگئے اور ادنیٰ ٹویٹ پر فتنوں کا دروازہ کھلنے لگا۔ ایسے سیاسی حالات ومعاملات میں ہماری خاموشی اور مہر بلب رہنا مناسب ومعنی خیز بھی بتایا جا سکتا ہے۔ لب کشائی کے لیے اگر زبان ترس رہی ہو یا مجبور محض بن رہے ہوں تو صاف صاف یہ کہہ دینا چاہئے کہ ہم کو باہر جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارا ملک ایک ذمہ دار ملک ہے، ہم ایک ذمہ دار و ہونہار شہری ہیں۔ ہمارے ملک کی جو پالیسی اور فیصلہ جس کے بارے میں ہو اور جو ہو وہی ہمارا موقف اور پالیسی ہونی چاہیے۔ ہمارے لیے ہمارے ملک ووطن اور ملت کے لیے جو مفید ہے ہم اسی کو اپنائیں گے۔ ہماری الگ سے کوئی اظہار رائے نہیں کہ انسان بھی طرح طرح کے ہیں اور رائیں بھی بھانت بھانت کی ہیں۔ اس لیے ہم صاف صاف جوانوں اور عوام وخواص سے کہہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ ہرگز ان معاملات میں نہ پڑیں اور بتادیں یہ کہ

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اللہ تعالیٰ ملک وملت اور ہمارے جوانوں کو ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغامِ محبت ہے جہاں تک پہنچے

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

یہ وقت دعا ہے

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

دین اسلام میں دعا کا بڑا اونچا مقام اور عظیم شان ہے۔ یہ عظیم عبادت اور عظیم طاعت و بندگی ہے۔ یہ عبادتوں کی روح اور اس کا مغز ہے۔ یہ ربانی تحفہ ہے۔ یہ مومن کا ہتھیار ہے۔ یہ بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات کا نسخہ کیمیا ہے۔ یہ اللہ کی رحمتوں و برکتوں سے اپنی جھولی بھرنے اور دامن مراد پُر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ایک مومن کو جب کوئی پریشانی، مصیبت و آفت لاحق ہوتی ہے تو وہ فوراً دعاء کا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے اللہ ذوالجلال کے دربار میں اپنے ہاتھ اٹھالیتا ہے اور اپنی درخواست اس کی عدالت میں پیش کرتے ہوئے اپنا دکھڑا بیان کرتا ہے۔

یہ الحاح وزاری کے ساتھ وہ التجا ہے، جو بندہ اپنے رب سے کرتا ہے۔ وہ کسی وقت بھی مانگے اس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اس سے مانگنے کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ اس سے جتنا مانگو اتنا ہی وہ خوش ہوتا ہے اور نہ مانگو تو وہ ناراض ہوتا ہے، اس لئے جب کبھی کوئی مشکل پیش آئے، مصیبت میں مبتلا ہوں تو اس سے مانگیں، خوب مانگیں، جی بھر کر دعائیں کریں، براہ راست مانگیں۔ یاد رکھیں کائنات کی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس سے مانگے تو اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہماری سن رہا ہے اور ضرور قبول کرے گا۔ اس سے مانگے تو حضور قلب کے ساتھ مانگیں۔ ان اوقات میں مانگیں، جن میں اللہ تعالی کی رحمت اور زیادہ وسیع ہو جاتی ہے، اس کے الطاف وعنایات کے دروازے مزید کھول دیے جاتے ہیں اور دعاؤں کی قبولیت کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔ خود بھی مانگیں اور اپنے والدین کو راضی کر کے ان سے دعاؤں کی درخواست کریں، کیونکہ والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ آدھی رات کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد مانگیں، اذان واقامت کے درمیان مانگیں، حالت سفر میں مانگیں۔

اس حقیقت کو ذہن نشیں کرلیں کہ دعا نہ کرنا اور اللہ تعالی سے نہ مانگنا تکبر کی نشانی ہے۔ جو بدقسمت انسان اس عبادت کو بجا نہیں لاتا وہ متکبر ہے اور وہ اپنے عمل سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ دعا کے معاملے میں اپنے رب سے بے پرواہ ہے۔ اسے سمجھنا چاہیے کہ وہ جس ذات اور ہستی سے بے پرواہی کا مظاہرہ کر رہا ہے، اگر وہ کسی سے بے پرواہ ہو جائے تو پھر دنیا میں کوئی بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور آخرت میں مولائے کریم سے بے پرواہی اختیار کرنے کے نتیجے میں ناکامیاں ونامرادیاں اس کا مقدر بن جائیں گی۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو مصائب و پریشانیوں میں اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر مجبور و بے بس مخلوق کے سامنے آہ وزاریاں کرتے ہیں۔ مردوں کے آستانوں کے دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں کہ شاید یہ ہماری فریاد سن کر ہماری مدد کریں اور ہمیں اس مصیبت و پریشانی سے نجات دیں۔

جب کہ قرآنی آیات واحادیث مبارکہ میں مشکلات وآفات وبلیات کے وقت نجات وکامیابی کے لیے صرف اللہ کریم کے حضور دعائیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی کے سامنے سر سجدے میں رکھ کر سسکیاں بھریں، آنسو بہائیں، فریادیں کریں۔ وہ رب کریم آپ کے آنسوؤں کو موتی سمجھ کر چن لے گا اور مصائب کے دلدل سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچا دے گا۔ وہی ہماری بگڑی بنانے والا، غریب نواز، بندہ نواز، مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔

دعا کے تعلق سے اس ضروری وتمہیدی گفتگو کے بعد آیئے دیکھیں کہ دعا کی کیا اہمیت ہے؟ کتاب وسنت میں اس کے فضائل، دعا مانگنے کی ترغیب اور اس کے عظیم ثواب کس انداز سے بیان کئے گئے ہیں؟

1) اس کی عظمت واہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب مجید کو دعا ہی سے شروع کیا ہے اور دعاء ہی پر ختم کیا ہے۔ جیسے پہلی سورت "الحمد" یہ سورت ایک عظیم مقصد کے حصول کی دعا پر مشتمل ہے۔ اور وہ عظیم مقصد اللہ رب العالمین، رحمٰن ورحیم سے صراط مستقیم کی ہدایت اور رہنمائی کا سوال ہے۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" (الفاتحۃ:6) "ہمیں سیدھی راہ پر چلا"

اسی طرح آخری سورت "سورۃ الناس" بھی دعا ہی ہے۔ کس چیز کی دعا؟ بندہ اللہ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ میں خناس (شیطان) کے برے وسوسے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (الناس:4-5) "وسوسہ پیدا کرنے والے چھپ جانے والے شیطان کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے"۔

2) قرآن کریم میں دعا کو عبادت اور دین سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

داخِرِیْن (غافر:60)" اورتمہارے رب نے کہہ دیا ہے،تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بیشک جولوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"۔

اورجیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایاوَ اَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰٓی اَلَّآ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا (مریم:48) "لوگوں میں تم سب سے جدا ہوتا ہوں اور ان معبودوں سے بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اور میں اپنے رب کو پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر (اس کی رحمت سے) محروم نہیں رہوں گا"۔

اسی طرح دعا کو دین کہے جانے کی واضح دلیل یہ آیت کریمہ ہے فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْن (غافر:65) "پس تم لوگ بندگی ودعاء کو اس کے لیے خالص کر کے اس کو پکارو"۔

3) تمام عبادتیں دعاؤں پر مشتمل ہیں۔مثلا:

نماز: جس کے لغوی معنی ہی دعا ہے۔اول سے آخر تک دعا ہی ہے۔

روزہ: جس کے متعلق حدیث مشہور ہے کہ جب جبرئیل نے یہ دعا فرمائی کہ "رغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له (ترمذی: 3545) "ایسا شخص جس نے رمضان کو پایا اور (اپنے توبہ واستغفار، دعاء واذکار کے ذریعے) اپنے گناہ نہیں بخشوایا تو وہ ہلاک وبرباد ہوگیا"۔اس دعاء پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔

نیز اس ماہ مبارک کے آخری عشرے کی طاق قدر کی راتوں میں اللہ سے مانگنے کے لیے ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور جامع دعاء سکھلائی ہے۔ "اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (ترمذی:3513)" اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے لہذا مجھے معاف کردے"۔

اور یہ حج: جولوگ حج کر چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حج کے لئے روانگی سے لے کر واپسی تک حاجی مسلسل دعا واذکار ہی میں مشغول رہتا ہے۔

4) اللہ تعالی نے دعا پر اپنے بندے کو ابھارا ہے اور اسے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندگی میں پیش آنے والے تمام حالات میں اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور ان کی دعائیں قرآن کریم میں موجود ومحفوظ ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (اعراف:55) "تم لوگ اپنے رب کو نہایت عاجزی وانکساری اور خاموشی کے ساتھ پکارو، بیشک وہ حد سے تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے"۔

وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْن (اعراف:56) "اور اللہ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارا کرو، بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے"۔

اسی طرح انبیاء کرام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایااِنَّہُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَھَبًا وَ کَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْن (انبیاء:90) "بیشک وہ لوگ خیر کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے، اور ہمیں امید وبیم کی حالت میں پکارتے تھے اور ہمارے لیے خشوع وخضوع اختیار کرتے تھے"۔

اورصحابہ کرام کی راتیں کیسے بسر ہوتی تھیں، عرش والے نے گواہی دی ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْن (السجدۃ:16) "رات میں ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو اس کے عذاب کے ڈر سے اور اس کی جنت کی لالچ میں پکارتے ہیں۔اور ہم نے انہیں جو روزی دی ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

غور کریں کس طرح اللہ رب العالمین اپنے بندے کو بڑے ہی پیارے انداز میں مغفرت کی دعا مانگنے کی طرف بلا رہا ہے۔حدیث قدسی ہے یا عبادی انکم تخطئون باللیل و النهار و انا اغفر الذنوب جمیعا فاستغفرونی اغفر لکم "(مسلم:2577)" اے میرے بندے! بیشک تم لوگ رات ودن گناہ کرتے رہتے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔اس لیے تم لوگ مجھ سے معافی مانگو، میں تمہارے تمام گناہوں کو معاف کروں گا"۔

5) دعا کے لئے کوئی دن جگہ یا وقت خاص نہیں۔یہ ایسا عمل ہے جسے ہر وقت اور ہر لمحہ کرنے کی اجازت ہے۔جیسا کہ سیرت نبوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی لمحہ دعا سے خالی نہیں۔سوتے وقت، بیدار ہوتے ہی، کھانے سے پہلے اور بعد میں، بازار میں داخل ہوتے وقت، صبح وشام، چاند پر نظر پڑی، چھینک آئی، نیا لباس زیب تن کیا۔

قارئین کرام! یہ کرونا جو قہر ہے، اللہ کا عذاب ہے، انسانی تاریخ کا خوفناک حادثہ ہے۔اس عالمی وبا سے نجات اور اس کا حقیقی اور دائمی علاج یہ ہے کہ اللہ کے بندے کھڑے ہوں، اللہ کی طرف رجوع کریں، معاصی سے دوری بنائیں، خالص توبہ کریں اور سچے دل سے الحاح وزاری کے ساتھ دعا کریں۔یاد رکھیں یہ وقت دعا ہے۔

نہ جانے کب کوئی آشوب تم کو آ گھیرے
عجیب وقت ہے دست دعاء دراز رکھو

☆☆☆

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول

ڈاکٹر محمد محبوب الرحمٰن
اسوسیٹ پروفیسر، شعبہ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء کرام کو بھیجا، ہر قوم وملت میں کوئی نہ کوئی ہادی ونذیر لازماً بھیجے گئے، جنہوں نے اپنا فرض بحسن وخوبی نبھایا۔ سب سے آخر میں رسول عربی سید ولد اسماعیل محمد ﷺ کو قیامت تک کے لئے ساری انسانیت کا نجات دہندہ، مسیحا، ہادی ورہبر بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کی زندگی پوری کائنات کے لئے اسوہ ونمونہ قرار پائی، آپ ﷺ کی ہر ادا قابل اطاعت ٹھہری، آپ ﷺ کا ہر ارشاد قانون اور لاء بن گیا۔ اللہ حکیم وخبیر نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو آپ پر نازل کرکے اس کی تشریح وتفسیر، توضیح وتبیین کے منصب اعلیٰ پر آپ کو فائز کیا۔

وہ رسول مقدس کہ جن کے وجود کی برکت سے امت عذاب الٰہی سے باوجود نافرمانیوں کے بچی رہی۔ آپ ﷺ کی امت سے کچھ ایسے حرماں نصیب اٹھے جنہوں نے شان رسالت ؐ میں تنقیص کی، آپ ﷺ کی قانونی حیثیت کو مجروح کیا، جس شرعی و الٰہی قانون کی آپ نمائندگی کررہے تھے اس سے چھٹکارہ پانے کے لئے اپنے علم وفہم کا غلط استعمال کیا، اپنی کج فکری سے اس کے معانی ومفاہیم میں ردوبدل کیا، آپ ﷺ کے پاک ارشادات سے ثابت قوانین کو خود ساختہ قرار دیا، وحی الٰہی میں تشکیک پیدا کرنے کی ناروا کوشش کی، مگر اللہ رب العالمین نے اپنے فضل سے ہر دور میں ایسے جیالوں کو کھڑا کیا جو ان جاہلوں کی تاویلات رکیکہ اور باطل پرستوں کے بطلان کا جواب دیتے رہے اور دین کا احسن طریقے سے دفاع کرتے رہے۔

زیر بحث مضمون میں رسول اکرم ﷺ کی ذات پر بحیثیت رسول ہونے کے روشنی ڈالی گئی ہے۔

محترم قارئین! خاتم النبیین محمد ﷺ کی شخصیت کے دو پہلو ہیں ایک قبل از نبوت اور دوسرا بعد از نبوت ورسالت، قرآن کریم سیرت طیبہ کے پہلے حصے سے بحث شاذ و نادر ہی کرتا ہے لیکن رسول کریم ﷺ کی ذات کا دوسرا پہلو زیادہ تر قرآن کی بحث کا محور ہے کیوں کہ شریعت اور قوانین کا آغاز وہیں سے شروع ہوتا ہے۔

لغت میں رسول کا مطلب قاصد و پیغامبر کے ہیں، مگر شریعت میں رسول کا مطلب پیغام الٰہی کی تشریح کرنے والا، اس کی تبلیغ کرنے والا، اس کے اسرار ورموز کو بیان کرنے والا ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا منصب بیان کرتے ہوئے فرمایا ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' (سورۃ الفتح ۲۹) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یعنی اللہ کا پیغام ساری انسانیت تک پہنچانے والے ہیں اور کلام الٰہی کی مراد بتانے والے ہیں، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں قرآن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ قرآن کی تبیین کرنے والے، اس کے مقاصد اور آیات کی توضیح کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ '' (النحل ۴۴) یعنی یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔

جیسا کہ آپ کا مشن اختلاف کے موقع پر جس چیز کو واضح کرتا ہے وہ یہ ہے ''وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ '' (النحل ۶۴) ''اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لئے اتارا ہے کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو کھول دیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ اور یہ ایمانداروں کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے۔'' اور اختلاف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنا واجب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا '' (النساء ۶۵) ''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔''

اس آیت کا حکم صرف حضور ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ لائے ہیں اور جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی کے تحت آپ نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے، اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر آدمی کے مومن ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ ہے۔ حدیث میں اسی بات کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ''، تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہوجائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، حدیث نمبر ۱۶۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں یہ بھی بتلایا ہے کہ آپ کو عرش والے نے قرآن وحکمت سے نوازا تاکہ آپ لوگوں کو دین کے احکام سکھائیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ“ (آل عمران/۱۶۴)”بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انھیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

جمہور علماء اور محققین کا ماننا ہے کہ ’حکمت‘ قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور وہ درحقیقت دین کے وہ اسرار اور شریعت کے وہ احکام ہیں جن کا انکشاف اللہ نے نبی پر کیا ہے جسے علماء سنت اور حدیث سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”یہاں اللہ تعالیٰ نے کتاب کا ذکر فرمایا جس سے مراد قرآن ہے، اور حکمت کا ذکر کیا تو اس سلسلہ میں قرآن کے ماہر اہل علم (جن کے عقیدہ ومنہج سے میں راضی ہوں) سے سنا ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے“ (الرسالہ، امام شافعی، ص،۷۸) امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے عیاں ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کو کتاب پر عطف کیا ہے اور عربی قاعدے کے لحاظ سے عطف مغایرت کو چاہتا ہے، اور یہ سنت کے علاوہ کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم کو بطور احسان ذکر کیا ہے اور اللہ اسی چیز کے ذریعہ احسان کرے گا جو حق وصواب ہو چنانچہ ’حکمت‘ قرآن کی طرح واجب الاتباع ہے، اور ہم پر قرآن اور رسول ہی کی اتباع کو واجب قرار دیا گیا ہے، لہذا یہ بات متعین ہوگئی کہ حکمت رسول اللہ ﷺ سے صادر ہونے والے وہ احکام اور اقوال ہیں جن کا نفاذ اسلامی شریعت اور قانون کے طور پر ہوتا ہے۔

نبی امی فداہ ابی وامی کا وصف تورات وانجیل میں آیا ہے جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے ”یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف:۱۵۷)“ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔“

چوں کہ لفظ یہاں عام ہے اس لئے ان تمام تحلیلات وتحریمات کو شامل ہے جس کا مصدر قرآن ہو یا وہ وحی ہو جسے اللہ اپنے رسول کی طرف کرتا ہے۔ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ألا انی أتیت القرآن ومثله معه“ (سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث نمبر ۴۶۰۴۔) سنو مجھے کتاب دی گئی اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک چیز۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رسول کی اتباع کو واجب قرار دیا۔ چنانچہ مامورات ومنہیات کے بارے میں ارشاد ہوا ”وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا“ (الحشر:۷) جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ۔

آیت کا سیاق اگرچہ اموال غنیمت سے متعلق ہے مگر حکم عام ہے، رسولؐ جملہ شعبہائے حیات میں جس چیز کا حکم دیں بجالاؤ اور جس چیز سے روکیں باز آجاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی بے شمار آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو ملا دیا ہے (وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) (آل عمران: ۱۳۲) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول کی دعوت پر لبیک کہنا موجب حیات ایمانی وروحانی قرار دیا جیسا کہ حکم باری تعالیٰ ہے ”**یا أیها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم**“ (الانفال/۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، فرمایا: ”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ“ (النساء/۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ارشادات وفرامین وحی پر مبنی ہوتے ہیں، خواہشات نفس پر نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى“ (النجم/۳۔۴)“ اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔“

اللہ حکیم وخبیر نے ایک اور جگہ اتباع رسول کو محبت الٰہی کا معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ“ (آل عمران/۳۱) ”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔“

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی سنگینی سے ڈرایا بھی گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ“ (النور/۶۳) ”سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے۔“

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو کفر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ”قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ“ (آل عمران/۳۲) ”کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔“

نفاق کی جملہ علامات میں سے ایک علامت اختلاف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو حَکَم تسلیم کرنے سے اعراض کرنا بھی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ”وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْـمُـفْـلِـحُوْنَ " (النور۴۷-۵۱)''اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہوئے، پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے۔ یہ ایمان والے ہیں (ہی) نہیں۔ جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع وفرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کردے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

مسلمانوں کے لئے بالکل ہی جائز نہیں کہ وہ رسول ﷺ کے فیصلے یا احکامات کی خلاف ورزی کریں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا' (الاحزاب/۳۶)''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

بلکہ ایمان کا لازمہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی مجلس میں ہوں تو ان کے لئے جائز نہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر اس مجلس سے اٹھ جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' (النور/۶۲)''باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملے میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے۔ جو لوگ ایسے موقع پر آپ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔ پس جب ایسے لوگ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگیں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس آیت سے ایک دلچسپ علمی نکتہ نکالا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے ایمان کے لوازم میں سے اس بات کو قرار دیا کہ مسلمان نبیؐ کے ساتھ ہوتے ہوئے ان کی اجازت کے بغیر کسی اور جگہ نہیں جا سکتے، تو ایمان کے لوازم میں سے یہ بات بدرجہ اولیٰ ہے کہ مسلمان کسی امتی کے قول، علمی مسلک و مشرب کی طرف جا نہیں سکتے مگر نبیؐ کی اجازت لیکر، اور آپ ﷺ کی اجازت آپ کی لائی ہوئی شریعت کی دلالت سے جانی جا سکتی ہے کہ آپ نے اجازت دی ہے یا نہیں۔ (اعلام الموقعین، جلد اول، ص ۵۸)

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات وافعال میں ان کی اقتداء دراصل اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین کی دلیل ہے، اگر کسی دل میں رسولؐ سے سچی محبت کا جذبہ نہ ہو تو اس کا ایمان باللہ درست ہو سکتا ہے نہ ایمان بالآخرۃ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا'' (الاحزاب/۲۱)''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو نظر انداز کرنے کے بعد دینداری کا سارا کارخانہ غارت ہو جاتا ہے، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ فرماتے ہیں کہ ''قرآن عزیز نے اس موضوع کو مختلف عنوانات اور مختلف طرق سے بیان فرمایا ہے، قرآن کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نگاہ میں یہ مسئلہ ایمان کیلئے ایک اساس اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اگر پیغمبر کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو قرآن اور اسلام دونوں یتیم اور مسکین ہو کر رہ جائیں گے''۔ (حجیت حدیث، مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ، ص ۲۶)

امت کے بعض سر پھرے اور اپنی فکری آوارگی کے جواز کیلئے رسول اکرم ﷺ کی توضیحات وشروح سے فرار چاہتے ہیں اس لئے کبھی وہ احادیث کو ظنی کہتے ہیں، کبھی وہ اس کے طریقہ نقل پر سوال اٹھاتے ہیں کہ اس میں تواتر نہیں ہیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں تفریق کرنا خواہ وہ کسی بہانے سے ہو قرآن نے اسے صریح کفر کہا ہے ارشاد ہے ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا'' (النساء/۱۵۰-۱۵۲)''جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار رکھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ ہیں جنہیں اللہ ان کے پورے ثواب دے اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

مذکورہ بالاآیات کریمہ میں جہاں اللہ اوراس کے رسولوں کی اطاعت کے سلسلہ میں اہل کفر کی روش بیان کی گئی ہے اوران کے خوف ناک انجام کوطشت از بام کیا گیاہے، وہیں اہل ایمان کا نمایاں وصف بیان کرتے ہوئے کہا گیاہے' کہ **لم یفرقوا بین الله و رسوله** ' وہ اللہ اوراس کے رسولوں کی اطاعت میں تفریق نہیں کرتے بلکہ دونوں کی اطاعت کوضروری اوردونوں کے ارشادات کوحجت سمجھتے ہیں کیونکہ دونوں کامنبع ایک ہےاس لئے فرمایا گیاہے کہ ''**من یطع الرسول فقد أطاع الله** ''اور ہر رسول کی بعثت کا مقصد یہی رہاہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق ان کی اطاعت کی جائے ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ''(النساء/٦٤)

یہ کس قدر ستم ظریفی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کے بتلانے پراللہ اوراس کے پیغام قرآن مجید کوتو تسلیم کیا جائے ،مگر رسول اوراس کے پیغام سنت وحدیث کا انکار کردیا جائے ،اگرکوئی محمد ﷺ کورسول تسلیم کرلینے کے بعداس کی اطاعت سے انکار کرتا ہے تو وہ دراصل رسالت کے مقصد حقیقی کا انکار کرتا ہے۔

انبیاء کرام کی بعثت اتمام حجت کے لئے ہوئی ہے،ارشادہے ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا'' (الاسراء/١٥) ''اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں''۔ایک اور مقام پر چند انبیاء کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ'' (النساء/١٦٥)''ہم نے انھیں رسول بنایاہے،خوشخبریاں سنانے والے اورآگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اورالزام رسولوں کے بھیجنے کے بعداللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔''

فرعون کے پاس اللہ سبحانہ تعالیٰ نے موسیٰ وہارون علیہما السلام کوبھیجا،فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی ،اس جرم کی پاداش میں اسے مع حواریوں کے غرق آب کردیا،ارشادہوا ''فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا'' (المزمل/١٦)''توفرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت (وبال کی) پکڑ میں پکڑلیا''۔صحیفۂ ہدایت توریت کوتو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون کی بربادی کے بعدموسیٰ علیہ السلام کوعطافرمائی،گویافرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کوٹھکرایا،آپ کے حجت ہونے کا انکارکیا،اللہ کے فرستادے یعنی اللہ کے رسول ہونے کا انکارکیا،تو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لئے اسے سامان عبرت بنادیا، ''فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً'' (یونس/٩٢)''سوآج ہم صرف تیری لاش کونجات دیں گے تاکہ توان کے لئے نشان عبرت ہوجوتیرے بعد ہیں۔''

اس لئے اگر رسول کی اطاعت کا ہی انکارکردیا جائے تودرحقیقت اس حجت کا انکار ہے جواللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کی صورت میں اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہے، جسے اللہ نے اتمام حجت کے لئے بھیجاہے۔

یہ کتنی بدبختی ہے کہ کچھ لوگ مقام رسالت کا انکارکرنے یا شان رسالت میں یوں استخفاف کرتے ہیں کہ آپ کی ذات نعوذ باللہ قابل اعتماد نہیں اوران کی بات حجت نہیں، یا آپ ﷺ پہلے دورمیں قابل اعتماد تھےمگر موجودہ ترقی یافتہ دورمیں لائق اعتماد اور قابل التفات نہیں، آپ روشن خیالی کے معیار پر پورے نہیں اترتے اورترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

دانشواری کے زعم میں اورروشن خیالی کے غرور میں یہ کہا جارہاہے کہ قرآن نے شراب کوحرام نہیں قراردیا،سونااورریشم مردوں کے لئے حرام نہیں ہیں، زنا بالرضا جائز ہے،حدود کوتبدیل کیا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔اوراس نوعیت کی ساری کارستانیاں قرآن کی آڑ لے کرکی جاتی ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ احادیث کوساقط الاعتبار قراردیکر خواہشات نفس کے لئے راہ ہموارکریں اوردین کے نام پرکھلی من مانی کریں،اپنی بدعملی اور بدکرداری کے لئے جواز ڈھونڈیں،ان یتیم العلم حضرات اوران کے مستشرق مرشدوں کی پوری کوشش یہ رہی ہے کہ حدیث وسنت کی حیثیت کومجروح کردیا جائے تاکہ اسلام کی فلک بوس عمارت زمین بوس ہوجائے۔

قیامت تک آنے والے ہرفرد کے لئے قرآن وسنت حجت ہے،رسول اکرم ﷺ دنیائے فانی سے رخصت ہوتے ہوئے دو چیزوں کومضبوطی سے تھامنے کی وصیت وتلقین کرکے گئے جیسا کہ ارشادگرامی ہے کہ ''**ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه**'' میں تمہارے درمیان دوایسی چیزیں چھوڑے جارہاہوں کہ اگراسے مضبوطی تھام لوتو کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت ۔(مؤطا امام مالک، کتاب القدر، باب النھی عن القول بالقدر،حدیث نمبر ۳۳۳۸/۸۷۶، تحقیق محمد مصطفیٰ الاعظمی)

خطبہ مسنونہ میں آپ ﷺ اکثر پڑھا کرتے تھے ''**أما بعد، فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد** ﷺ'' بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔(صحیح مسلم،کتاب الجمعہ،باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ،حدیث نمبر۸٦۷)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماگئے ''**سیأتی قوم یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان أصحاب السنة أعلم بکتاب الله عز وجل** '' (الاحکام لابن حزم،۲/۲۵۷،سنن الدارمی،۱/٦۲، جامع بیان العلم،۲/٦۸۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کائنات میں جوبھی قوم خاتم الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ کواپنا رسول مانتی ہے اسے چاہیئے کہ آپ ﷺ کوآپ کے تمام اوصاف وکمالات خصائص و امتیازات اوراختیارات کے ساتھ قبول کرکے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں تفریق نہ کریں،اوران کے واجب مقام کوتسلیم کریں ورنہ وہ اپنے دعوی میں جھوٹی سمجھی جائے گی۔

☆☆☆

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اسلاموفوبیا

ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی
ناظم دارالسلام احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ

فوبیا کے لفظ سے میں پہلی بار اس وقت متعارف ہوا جب میں میڈیکل کے سال چہارم کا طالب علم تھا اور وہ لفظ تھا Hydrophobia یہ Tetanus کے مریضوں میں دیکھا جاتا ہے، جب کوئی شخص اس مرض کا شکار ہوتا ہے تو یہ کیڑا اس کے عضلات کو متاثر کرتا ہے اور وہ مریض نہ تو کھا سکتا ہے اور نہ ہی پی سکتا ہے عام طور پر جب اس کے اندر پانی پینے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ اس کی طرف لپکتا ضرور ہے لیکن پی نہیں پاتا اسی لئے اس مرض کے شکار مریض کی اس کیفیت کو میڈیکل کی زبان میں Hydrophobia کہا جاتا ہے، آخیر میں Tetanus کے مریض کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ ٹھنڈی ہوا بھی اس کے جسم سے ٹکراتی ہے تو وہ مریض لرزنے لگ جاتا ہے ٹھیک ایسا ہی کچھ حال اسلام کا بھی ہے۔ اسلام جب مدینہ سے نکلا اس وقت یہ دین انتہائی تندرست اور توانا تھا یہودیوں کی تمام تر سازشوں اور نصاری کی تمام تر کاوشوں کے باوجود یہ دین سب سے کم وقت میں بہت تیزی سے پھیلنے والا دین تھا اور یہ اس کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے آخر تک رہا آخر ایسی کیا بات ہوگئی کہ اس دین کا پھیلنا نہ صرف رک گیا بلکہ آہستہ آہستہ یہ دین آج کے دن ایک فوبیا بن گیا۔

ہمارے علماء اور دانشوران مختلف اوقات میں اس کی مختلف تاویلیں کرتے رہے ہیں، ایک زمانہ میں اس کا ذمہ دار مستشرقین کو بتایا جا رہا تھا ان دنوں ان دہشت گرد تنظیموں کو جو خود کو اسلام کا سچا داعی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان کا اسلام سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں وہ یہ بھول بیٹھے ہیں کہ اسلام تو ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے دہشت گرد تنظیموں کے رہبران یہ بھول چکے ہیں کہ اپنی جان خود اپنے ہاتھوں سے لینا کتنا بڑا گناہ ہے انھیں خیبر کا وہ واقعہ بھی یاد نہیں کہ خیبر میں ایک شخص انتہائی بے جگری سے خیبر کے یہودیوں سے لڑ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ادھر سے ہوا ان کی معیت میں ایک صحابی بھی تھے ان صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ نوجوان جس بے جگری سے لڑ رہا ہے اگر یہ شہید ہوگیا تو یقیناً جنت میں جائے گا آپ نے کہا نہیں جہنم میں ان صحابی کو یہ تجسس ہوا کہ بے جگری سے لڑتے ہوئے جو شخص مارا جائے گا وہ جہنمی کیسے ہوسکتا ہے لیکن فرمان رسول بھی تو غلط نہیں ہوسکتا چنانچہ ان صحابی نے پورے جنگ کے دوران اس مجاہد پر نظر رکھی آخر میں ان صحابی نے دیکھا کہ وہ مجاہد بے شمار زخموں کی تاب نہ لا کر خود اپنی تلوار سے اپنی جان لے لی، وہ صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا تھا۔ دیکھا آپ نے یہود ونصاری کے خلاف جنگ کرنے والا شخص بھی اگر خودکشی کرتا ہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ آج کل مسلمانوں پر دوسرے ممالک میں جو حملے ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ 9/11 کے بعد مسلمانوں کے خلاف امریکن پریس جس پر یہودیوں کا پورا پورا قبضہ ہے وہ اسلام کے خلاف بھرپور طریقہ سے پروپیگنڈہ کر رہا ہے اور اسی کے نتیجہ میں یہ حملے ہو رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ نئے عالمی نظام کو اسلام سے ہی خطرہ ہے۔ نیویارک کے Twin Tower پر حملے سے قبل القاعدہ کے سربراہ اسامہ بن لادن کا یہ بیان اکثر آتا رہا تھا کہ ہم امریکہ کو ایسا نقصان پہنچائیں گے کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں گے جیسے ہی Twin Tower پر حملہ ہوا القاعدہ کے سربراہ نے اس حملے کا تغمہ اپنے سینے پر سجانے میں دیر نہیں کی اور کہا کہ یہ حملہ ہم نے کیا ہے اور آئندہ اس سے بھی شدید حملے ہوتے رہیں گے لیکن آج تک القاعدہ کا کوئی دوسرا حملہ امریکہ پر دیکھنے کو نہیں ملا Twin Tower پر حملے کے بعد ہی یہ سوال اٹھنے لگے تھے کہ اس عمارت میں کام کرنے والے 3000 یہودی اس روز کہاں غائب تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوال اٹھنے لگے تھے کہ Twin Tower جیسی مضبوط عمارت معمولی ہوائی جہاز کے اس حملے سے پوری طرح زمیں بوس کیسے ہوگئی؟

طلوع اسلام کے وقت دنیا میں دو عظیم طاقتیں تھیں ایک ایران جس کا سرکاری مذہب زرتشتی تھا یہ لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے اور آگ کو بہت زیادہ مقدس مانتے تھے دوسرا روم جن کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا ان دونوں طاقتوں نے اسلام کے دعوتی اثرات کو روکنے کے ہزار جتن کرنے کے باوجود اسلام کے دعوتی اثرات کو نہیں روک پائے یہ سب تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔

یہ دین قرون اولیٰ میں جب مدینہ سے نکلا تو یہ انتہائی تندرست اور توانا دین تھا، حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر مکمل دین ہونے کی مہر بھی لگا دی تھی یہ دین قرون اولیٰ سے لے کر ازمنہ وسطی جس کی مدت تقریباً ۴۰۰ سو سال ہے دنیا میں

سب سے تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام تھا جس کی کوئی دوسری مثال دوسرے دین میں نہیں ملتی اس دین پر پورے طور پر عمل کرنے کے نتیجے میں ہم مسلمان دنیا کے سارے عصری علوم کے باوا آدم بنا دیئے گئے آخر یہ کون ساBacteria تھا جو اس دین کے ساتھ لگ گیا اور یہ دین کمزور ہوتے ہوتے آج فوبیا بنا دیا گیا یہ Bacteria رسوم ورواج اور آباء پرستی اور تقلید جامد تھا جس نے دین کو کمزور کرنا شروع کردیا یہ Bacteria اسلام کے جسم میں چوتھی صدی ہجری کے اخیر میں داخل ہوا علماء حق نے وقتاً فوقتاً اسی دین کی طرف ہمیں لوٹنے کے لئے کہا جو قرون اولیٰ میں ہم مدینہ سے لے کر نکلے تھے لیکن ہم نے ایسے علماء کو پابند سلاسل کردیا اور ان کی دعوت کو قبول کرنے والوں کو تختہ دار پر چڑھانے سے بھی گریز نہیں کیا یہ سب باتیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

آج اسلام کے ماننے والوں پر پوری دنیا میں کیا ستم ڈھائے جا رہے ہیں وہ سب ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آج ہمارے رہبران ہمیں یہ تلقین کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ یہ سب کچھ ہمارے آپسی اختلافات کی وجہ سے ہے دور کرلیں تو ہماری ساری پریشانیاں دور ہوجائیں گی یہ اختلافات تقلید جامد کے علاوہ اور کیا ہے اتحاد کا ایک مختصر سا نمونہ ہم نے طلاق ثلاثہ کے موقع پر دیکھا سوائے اہل تشیع کے کسی نے بھی اپنے مسلک کے مطابق طلاق کا طریقہ کار سپریم کورٹ کے سامنے نہیں رکھا اور نہ ہی کسی تنظیم کا کوئی بیان طلاق ثلاثہ کے بارے میں آیا لیکن ہوا کیا۔

اسلام صرف ہمارے وطن عزیز کے لئے فوبیا نہیں ہے بلکہ یہ سارے عالم کے لئے فوبیا بن چکا ہے پوری دنیا چاہے کناڈا، فرانس، جرمنی اور برطانیہ یا امریکہ ہو ہر جگہ مسلمانوں پر حملہ ہو رہے ہیں تاریخ کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے مجھے یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دور میں ہمارے تقلید جامد کے قائلین علماء کی صرف اور صرف انا رہی ہے جنہوں نے ردوا الی اللہ والرسول کی ہر تحریک کو سبوتاژ ہی نہیں کیا بلکہ اس کے داعیان اور عاملین پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے سے گریز نہیں کیا اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنے ائمہ کی رائے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے تقلید جامد کے قائلین علماء اور توہم پرست اپنی اس انا کو چھوڑ کر عوام کو اس دین کی طرف لوٹنے کی تلقین کریں جسے لے کر قرون اولیٰ میں ہم مدینہ سے نکلے تھے اور قلیل ترین مدت میں رحمت بن کر سارے عالم پر چھا گئے تھے میں اپنی بات علامہ اقبال کے اس شعر پر ختم کروں گا۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ' جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تزکیۂ نفس کے عملی اقدامات

مولانا عبدالمنان سلفی شکراوی

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس سے ڈر وخوف مسلمان ہونے کی بنیاد ہے۔اس کے بغیر کوئی بھی شخص اچھا انسان نہیں بن سکتا۔تقویٰ کا مطلب ہے کہ بندہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان ایسے تعلقات استوار کرے جو اسے اس کی ناراضگی اور غصے سے بچا سکیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بار بار تقویٰ کی تلقین فرمائی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بموقع اپنی امت کے لوگوں کو تقویٰ کی وصیت کی ہے بلکہ تمام انبیاء نے اس کی وصیت کی ہے۔قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر تقویٰ کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ظاہر اور باطن کی اصلاح، اللہ کا تقویٰ، نیک، اچھے اور سچے مقاصد اور اندرون کی صفائی کرکے ہی اللہ کا تقرب حاصل اور اس سے اپنا رشتہ استوار کیا جا سکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (الحشر:۱۸) ترجمہ:''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔اور (ہر) وقت اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری برابر یہ کیفیت رہی کہ کبھی میں اپنے نفس پر غالب آتا اور کبھی وہ مجھ پر غلبہ حاصل کر لیتا چنانچہ ایک دن میں نے تنہائی میں اپنے نفس سے کہا: تجھ پر افسوس ہے! میری بات سن، اگر تو نے کوئی ایسی چیز جمع کر رکھی ہے جس کے جائز ہونے میں شبہ ہے تو کیا تجھے یقین ہے کہ وہ تیرے کام آئے گی؟ نفس نے جواب دیا: نہیں۔پھر میں نے اس سے کہا: فائدہ کوئی اور اٹھائے اور گناہگار تو ہو اور اس کے عوض موت کے وقت کی مشقت جھیلے۔تجھ پر افسوس ہے۔جو تجھے اللہ کے تقویٰ سے روکے اسے چھوڑ دے۔کیا تو نے نہیں سنا کہ جو اللہ کی خاطر کسی چیز کو چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔یہ بھی فرمایا: علم کے بارے میں میں نے اپنے نفس کی رائے کو اچھا پایا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ علم میں صرف مشغول ہے چنانچہ میں اس پر چلّایا اور کہا کہ تجھے علم سے کیا فائدہ ہوا؟ اللہ کا ڈر وخوف کہاں ہے؟ کیا تو نے سلف صالحین کی عبادت گزاری اور محنت ومشقت جھیلنے کی خبریں نہیں سنیں، کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے سردار ہونے کے باوجود اتنا لمبا قیام نہیں فرماتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک میں ورم آ جاتا؟ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا روتے روتے برا حال نہ ہو جاتا تھا؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر آنسوؤں سے دو لکیریں نہیں بن گئی تھیں؟ (صید الخاطر)

نفس کا معاملہ کس قدر سنگین ہے کہ انسان کی زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں اور موت کے بعد اس کے ٹھکانے پر بھی وہ اثر انداز ہوتا ہے۔علماء سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفس انسانی، دل اور رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے درمیان آڑ بن جاتا ہے۔چنانچہ اسے جب تک درست اور مہذب نہ کر لیا جائے، نہ تو انسان اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی قیامت کے دن نجات پا سکتا ہے۔اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (الشمس:۷-۱۰) ترجمہ:''اور قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی۔پھر سمجھ دی اس کو برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔''

دوسری جگہ فرمایا: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران:۳۰) ترجمہ:''جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پا لے گا، آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قد افلح من زکٰھا کا مطلب ہے کہ جس نے اپنے نفس کو اللہ کی فرماں برداری کے ذریعہ نازیبا حرکتوں اور گھٹیا عادتوں سے پاک وصاف کر لیا۔(تفسیر ابن کثیر) تزکیہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ نفس کو طبعی اور اخلاقی آلائشوں وگندگیوں سے پاک وصاف کر لیا جائے اور اس کے اندر کم سے کم برائیاں پائی جائیں اور زیادہ سے زیادہ خوبیاں پیدا ہو جائیں اور اس طرح اعلیٰ اخلاق کا پیکر بن جائے۔

مسلمانوں کے حالات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی ضرورت یقیناً محسوس ہوگی کہ آج انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے ،بہترین تربیت اور اعلیٰ پیمانے پر تزکیہ نفس کی جانب توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔اور آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ان سب امور کی جانب توجہ، کھانے، پینے اور پہننے سے بھی زیادہ اہم وضروری رہی ہے۔کیونکہ فتنہ وفساد، حرص ولالچ، قسم قسم کی نفسانی خواہشات، شہوات وشبہات، سرکش اور بے راہ رو لوگوں کا غلبہ، کثرت سے وفاداریاں بدلنے کے حادثات وواقعات ورجحانات، رجعت پسندی وتوہم پرستی، ان سب کا آج بول بالا ہے۔بہت سے اسلام کے نام لیوا، یہاں تک کہ دین ومذہب کے بعض ٹھیکیدار

اور اس کے کارندے بھی ایسی ایسی عادات قبیحہ میں ملوث پائے جاتے ہیں کہ ان سے شریف النفس وسلیم الطبع لوگوں کا ڈرنا فطری امر ہے۔

آج ہمیں اپنے سماج ومعاشرے کی تعمیر واصلاح کی سخت ضرورت ہے جس کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنے نفس کی تعمیر واصلاح کرنی ہوگی کیونکہ جو خود اپنی تعمیر و اصلاح نہیں کرسکتا وہ دوسروں کی تعمیر واصلاح کس طرح کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی سات عظیم الشان چیزوں سورج، چاند، رات ودن، آسمان وزمین اور نفس کی قسم کھا کر کہا ہے کہ نفس کی پاکی وصفائی کے بغیر کامیابی ممکن ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (والشمس:۱۔۱۰) ترجمہ: ''قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔ قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے۔ قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔ قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی۔ قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی۔ اور قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی۔ پھر سمجھ دی اس کو برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔''

جو شخص نفس کی پاکی وصفائی کی جانب توجہ دے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشگی کی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى (طٰہٰ:۷۶) ترجمہ: ''ہمیشگی والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہے۔''

تزکیہ نفس کی فکر: اگر ایک مسلمان کو کچھ باتوں کا احساس ہونے لگے کہ وہ اس کے اندر پائی جانے لگی ہیں تو فوراً ہی اپنے نفس کے تزکیہ اور اس کی صفائی وستھرائی کی جانب متوجہ اور اس کی اصلاح کے لیے فکرمند ہو جائے۔ کیونکہ جب تک یہ مزاج پیدا نہ ہوگا تزکیۂ نفس ممکن نہیں اور حقیقی کامیابی کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنے سے سستی وکاہلی اور گناہوں سے بچا جاسکتا ہے:

۱۔ گناہ کے چھوٹے بڑے کاموں کو معمولی سمجھنا۔ کسی چھوٹے گناہ کو معمولی سمجھنا ایک سنگین غلطی ہے کیونکہ سلیم القلب ایمان والا ہر گناہ کے کام سے ڈرتا ہے اور اگر وہ اس سے سرزد ہو بھی جائے تو اس کے دل میں اس کی کھٹک برابر باقی رہتی ہے اور اسے اس پر شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ اسے بار بار اس کے انجام کی یاد آتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہے کہ وہ اسے اس گناہ سے پاک وصاف کردے۔ مومن کی اسی کیفیت کو قرآن کریم کے اندر یوں بیان کیا گیا ہے: ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲) ترجمہ: ''یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔''

۲۔ اطاعت وفرماں برداری کے کاموں میں سستی وکاہلی اور عبادات میں لذت اور ایمان کی چاشنی کا فقدان۔ جس کے نتیجے میں نفس کے اندر نیکی میں دلچسپی آہستہ آہستہ کم، پھر ختم ہونے لگتی ہے۔ عبادت برائے نام باقی رہ جاتی ہے۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے بیدار ہونا گراں لگتا ہے۔ سردیوں میں طبیعت گرم بستر چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (البقرۃ:۴۵) ترجمہ: ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ بڑی چیز ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر۔''

بعض دفعہ تو برداشت کا مادہ اس سے بھی کم ہو جاتا ہے چنانچہ مسجد میں ہو رہی دین کی باتوں کا سننا یا سنتوں کا پڑھنا، صبح وشام کے اوراد ووظائف کا اہتمام، سب نفس پر بھاری اور بے لذت ہونے لگتا ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی مشغولیات میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ ان حالات میں انسان کو چاہیے کہ نفس کی صفائی ستھرائی کی جانب متوجہ ہو۔

۳۔ عادات بد کا ارتکاب مثلاً غرور وتکبر، کینہ وکپٹ، بغض وحسد اسی طرح بے کار کے کاموں مثلاً خوب باتیں بنانا، زیادہ ہنسنا، خوب سونا، دنیاوی امور میں زیادہ دلچسپی لینا بھی ایسی عادات ہیں کہ ان کے پائے جانے کے بعد انسان کو اپنے نفس کے تزکیہ کے لیے فکرمند ہو جانا چاہیے۔

تزکیہ نفس کی توفیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک انعام ہے جس سے کچھ ہی لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (النور:۲۱) ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ اور اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''توفیق'' کوئی گھر نہیں جس میں آپ رہتے ہیں اور نہ کسی آدمی کا نام ہے جس کے ساتھ آپ زندگی گزارتے ہیں اور نہ ہی کوئی کپڑا ہے جسے آپ زیب تن کرتے ہیں بلکہ ''توفیق'' ایک ایسی بارش ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے آپ کی زندگی پر برسانے کا ارادہ فرمالے تو کبھی آپ بدبخت نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ ہمیشہ نماز، دعا، اللہ کے ساتھ حسن ظن پھر لوگوں کے ساتھ اچھا گمان ان سب کے ذریعہ توفیق کی بارش مانگو۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ اصل مسئلہ ''توفیق'' کا ہے۔ سوچیے کہ اللہ کا ذکر (اوراد ووظائف) اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کے سب سے آسان کاموں میں سے ہیں لیکن پھر بھی اس کی توفیق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔''

تزکیہ نفس کے اہم اقدامات: پہلا اقدام اس بات کی معرفت حاصل کرنا کہ اس کا نفس کس درجے ومرتبے کا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر نفس کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں: (۱) نفس امارہ نفس کا سب سے گھٹیا درجہ

ہے۔ یہ نفس، انسان کو کھلی چھوٹ دیتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے یعنی زنا و بدکاری کرے، ظلم وزیادتی کا راستہ اپنائے، جس سے چاہے کینہ وکپٹ رکھے اور فخر ومباہات کرے۔ اگر انسان ایسے نفس کی بات مانتا ہے تو اس کے اندر ہر برائی پیدا ہوجاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (یوسف:۵۳) ترجمہ: ''میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، مگر یہ کہ میرا رب ہی رحم کرے، بیشک میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔''

(۲) نفس لوامہ یعنی ایسا نفس جو گناہ کا کام کرنے کے بعد نادم وپشیمان ہو اور اپنے اوپر لعن وطعن کرے۔ ایسا نفس کسی ایک حال پر باقی نہیں رہتا بلکہ غیر مستقل مزاج ہوتا ہے۔ اس کے اندر تبدیلی ہوتی رہتی ہے، کبھی نصیحت کو قبول کرتا ہے تو کبھی غفلت کا شکار ہوجاتا ہے، کبھی غلط عادات واطوار کا مقابلہ کرتا ہے تو کبھی ان کے آگے سپر انداز ہوجاتا ہے، کبھی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے تو کبھی شرعی حدود کی پاسداری کرنے لگتا ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ لَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ (القیامۃ:۲) ترجمہ: ''اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔''

(۳) نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جسے اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کی یاد سے اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے۔ وہ ہر معاملے میں اللہ کا مطیع وفرماں بردار ہوتا ہے، اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے اور اللہ کی ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اس قسم کے نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (الفجر:۲۷۔۳۰) ترجمہ: ''اے اطمینان والی روح۔ تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔''

تزکیہ نفس کا دوسرا اقدام یہ ہے کہ انسان اپنے عیبوں اور غلطیوں کا اعتراف کرے، اس سے اگر کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی ہے تو اسے مان لے۔ کیونکہ غلطی کے اعتراف کے بعد ہی اصلاح ہوسکتی ہے۔ جب تک وہ یہ تسلیم نہ کرلے کہ اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے، وہ کس بات کی اصلاح کرے گا؟

تیسرا اقدام، اصلاح کی کوشش ہے۔ جب تک کوشش نہیں کریں گے تو اصلاح کیونکر ہوسکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (العنکبوت:۶۹) ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔''

چوتھا اقدام یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ بہتر اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے اور خوب اچھی عادتیں اختیار کی جائیں تاکہ وہ بری عادتوں پر غالب آجائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انما الحلم بالتحلم. (دارقطنی) ترجمہ: ''بردباری، بردباری کی عادت ڈالنے سے پیدا ہوگی۔''

پانچواں اقدام جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ دربار الٰہی میں انتہائی خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری اور بے کسی وبے بسی کا مظاہرہ کرے۔ انسان کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت کا ہمہ وقت محتاج وضرورت مند ہے۔ وہ اس کے لیے دعا کا اہتمام کرتا رہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا سکھاتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ. (ترمذی) اے اللہ! تو مجھے میری ہدایت سجھادے اور مجھے میرے نفس کی برائی سے اپنی پناہ میں لے لے۔

یہ دعا بھی منقول ہے: اَللّٰھُمَّ آتِ نُفُوْسَنَا تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا. (اے اللہ! تو ہمارے نفسوں کو ان کا تقویٰ عنایت کردے اور انہیں پاک وصاف کردے کیونکہ تو سب سے زیادہ بہتر پاک وصاف کرنے والا ہے۔ تو ان کا والی ہے اور تو ہی ان کا مولیٰ ہے۔)

تزکیۂ نفس کے وسائل: قرآن کریم کی تلاوت اس کے معانی ومطالب کو سمجھنا اور ان پر غور وفکر کرنا تزکیہ نفس کا اہم وسیلہ وذریعہ ہے جس کی جانب توجہ دینی بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (الاسراء:۸۲) ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔''

اللہ کا ذکر اور اس کی یاد بھی تزکیہ نفس کے وسائل وذرائع میں شامل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۸) ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔''

امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بندہ جو اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے لازمی طور پر یاد کرتا ہے۔ (قرطبی) اللہ کے ذکر سے سینہ کشادہ اور نفس پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

موت کو یاد کرنا اور تمناؤں وآرزوؤں پر قابو پانا تزکیہ نفس کا اہم ترین ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَۃٍ (المدثر:۴۹۔۵۱) ترجمہ: ''انہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہوں۔''

صدقہ بھی تزکیہ نفس کا ایک اہم ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا (التوبۃ:۱۰۳) ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔''

☆☆☆

جہیز لینے اور دینے کے حیلے وبہانے اوراس کا انجام

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر سلفی
مدھوبنی، بہار

آپ نے یہ سن رکھا ہوگا کہ زمانہ قدیم میں غنڈے، ڈاکو اور لٹیرے ہوا کرتے تھے جو گھروں کو لوٹ کیا کرتے تھے دور جدید میں اسی کی نئی شکل جہیز ہے کہ دلہن کی رخصتی کے وقت جہیز کے نام پر دلہن کے ساتھ ساتھ لاکھوں روپئے، گھر کا ساز وسامان ،فرنیچر اور زیورات وغیرہ دولہا لے کر روانہ ہوجاتا ہے اور پیچھے دلہن کے والدین کو مقروض بنا کر سسکتا اور بلکتا ہوا چھوڑ جاتا ہے یعنی کہ شادی کے نام پر ڈکیتی کا دوسرا نام جہیز ہے۔اسی طرح سے زمانہ جاہلیت میں بعض قبیلے ایسے بھی تھے جو بیٹی کی پیدائش کو شرم وعار سمجھتے تھے جسکی وجہ سے وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور اس زمانے میں لوگ انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہیز کے نام پر بہو کو نذر آتش کر رہے ہیں۔اس بات میں کئی شک نہیں کہ:

جہیز سماج ومعاشرے کا ایک ایسا زہر ہے جسے چارو ناچار ہر کس وناکس کو پینا پڑ رہا ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس نے بیٹیوں کی زندگی کو تاریک بنا دیا ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس نے بیٹیوں کی حسین زندگی کے سپنوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس نے بیٹیوں کے اوپر ناامیدی ومایوسی کو مسلط کر دیا ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جو حرص ولالچ اور خودغرضی کی بیماری پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ حرص وطمع کی ایسی پیاس لگاتا ہے جو کبھی نہیں بجھتی۔

جہیز ایک ایسی رسم بد ہے جو ظلم وزیادتی کرنا اور خون چوسنا سکھاتی ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کی وجہ سے بیٹیاں بن بیاہی گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کی وجہ سے ہر آئے دن بیٹیاں خودکشی کر رہی ہیں۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کی وجہ سے بیٹیاں مرتد ہو رہی ہیں۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کے نام پر بھیک مانگنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کی وجہ سے لوگ رشوت، خیانت، قتل وغارت گری اور سودخوری وغیرہ جیسی مہلک گناہوں کے اندر مبتلا ہو رہے ہیں۔

جہیز ایک ایسی رسم ہے جس کی وجہ سے سماج ومعاشرہ کے اندر نکاح کرنا مشکل اور زنا کرنا آسان ہو چکا ہے۔الغرض جہیز ظلم وستم کا ایک ایسا ڈنک ہے جس نے پورے سماج کو ڈس لیا ہے، مگر پھر بھی ہم اس ظلم کو برقرار رکھنے پر مصر ہیں اور اس کے بغیر شادی بیاہ کرنے کو ناتمام اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، افسوس صد افسوس کہ جس چیز کے حرام وناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں اس کو لوگوں نے طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے اپنے لیے جائز کرلیا ہے، جبکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:”یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ “ (النساء:۲۹) اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ“۔جن جن حیلوں اور بہانوں سے اس غیر شرعی کام کو مسلمانوں نے اپنے لیے حلال کرلیا ہے ان میں سے سب سے زیادہ معروف ومشہور یہ بات ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو جہیز دیا تھا۔اسی لیے جہیز کا لینا اور دینا جائز ہے جب کہ یہ بات نبی اکرم ومکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان عظیم ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو جہیز دیا ہی نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ نے جو کچھ بھی دیا تھا وہ سیدہ فاطمہ ؓ کے مہر کے پیسے سے ہی خرید کر دیا تھا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہ ؓ سے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے علیؓ سے کہا کہ ”أعطها شیئا“ فاطمہ ؓ کو بطور مہر کچھ دو تو علیؓ نے کہا کہ ”ماعندی شئی“ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے سیدنا علیؓ سے پوچھا کہ ”این درعک الحطمیة“تمہاری وہ حطمی زرہ کہاں ہے؟ تو علیؓ نے کہا کہ”ھی عندی“ وہ تو میرے پاس ہے۔تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ ”فأعطها ایاہ“ وہی حطمی زرہ بطور مہر فاطمہ ؓ کو دے دو۔علیؓ خود کہتے ہیں کہ میں نے وہ زرہ بطور مہر فاطمہ ؓ کو دے دیا۔(ابوداؤد، ۲۱۲۵،نسائی: ۳۳۷۵،احمد،۶۰۳) جب سیدنا علیؓ نے وہ زرہ بطور مہر دینے کا اعلان کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ یہ زرہ بیچ دو چنانچہ سیدنا علیؓ نے اپنا زرہ چارسو اسی (۴۸۰) درہم میں سیدنا عثمان غنیؓ کے ہاتھوں بیچ دیا اور وہ رقم لا کر علیؓ نے آپ ﷺ کو دے دی تو آپ ﷺ نے کچھ درہم سیدنا بلالؓ کو دیا اور کہا کہ اس سے کچھ خوشبو وغیرہ خرید کر کے لاؤ، پھر آپ نے کچھ سامان تیار کرنے کا حکم دیا جس کے اندر ایک سفید اونی چادر، چارپائی، دو مشکیزے، دو چکیاں اور اذخر گھاس سے بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ تھا۔(المواھب الدنیة بالمنح المحمدیه: ۱/ ۳۸۴) پتہ یہ چلا کہ آپ ﷺ نے جو سامان خریدا تھا وہ سیدنا علیؓ کے ہی پیسوں سے تھا۔لہٰذا اس سے دلیل لینا صحیح نہیں اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے خرید کر کے مذکورہ بالا سامان اپنی بیٹی کو دیا تھا تو بھی اس سے جہیز کے جائز ہونے پر دلیل لینا صحیح نہیں کیوں کہ:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے جہیز کا نام دینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں کیوں کہ اگر یہ جہیز ہوتا تو آپ ﷺ اپنی دیگر تین بیٹیوں کو بھی ضرور بالضرور عطا کرتے کیوں کہ اس کا ثبوت احادیث کی کسی کتاب کے اندر موجود نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا فاطمہؓ کو جو کچھ بھی دیا وہ جہیز نہیں تھا۔

دوسری بات یہ کہ سیدنا علیؓ شروع سے ہی آپ ﷺ کے زیر کفالت تھے اور آپ ﷺ نے بطور سرپرست ان کی شادی کے موقع پر ان کے لیے انتظامات کر کے دئے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی اسے جہیز کا نام دیا جاسکتا ہے۔

تیسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی معاشی حالت خاصی تنگ تھی اسی لیے بطور مدد آپ ﷺ نے انہیں مذکورہ بالا چند چیزیں عطا کیں اور ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اسے جہیز کا نام قطعی نہیں دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے دلیل لی جاسکتی ہے کیوں کہ آج کا انسان اسے ہی زیادہ جہیز دیتا ہے جس کے پاس پہلے سے ہی زیادہ مال و دولت ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ اگر سیدہ فاطمہؓ کو دئے گئے ساز و سامان سے وہ مسئلہ نکلتا جو آج کل کے مسلمان سمجھ رہے ہیں تو اس کو انجام دینے والے سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوتے یا پھر امہات المومنین والمومنات سیدہ عائشہؓ و سیدہ حفصہؓ اپنے ساتھ ضرور بالضرور وہ سب ساز و سامان لاتیں یا پھر کم از کم خیر القرون کے ادوار میں سلف صالحین سے اس کا ثبوت ضرور ملتا مگر ایسا نہیں ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جہیز کا اسلام سے دور دور تک بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

جہیز کو جائز کر لینے والوں کا دوسرا بہانہ:

جہیز لینے والوں نے ایک اور بہانہ گھڑ رکھا ہے کہ ہمیں لڑکی والے خوشی سے ہدیہ اور تحفہ دے رہے ہیں اور ہدیہ و تحفہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ ایسا کہنا اور سمجھنا صد فیصد جھوٹ پر مبنی ہے کیوں کہ کوئی بھی لڑکی کا باپ جو کچھ بھی دیتا ہے وہ خوشی سے نہیں دیتا بلکہ وہ جو کچھ بھی دیتا ہے اس کے پیچھے ایک ڈر و خوف ہوتا ہے کہ اگر ہم نے اپنی بچی کو جہیز کا سامان نہیں دیا تو انہیں سسرال والے طعنے دیں گے، ماریں گے، ستائیں گے، اور حقیقت میں بھی ایسا ہی کچھ سماج و معاشرے کے اندر چل رہا ہے، اسی ڈر و خوف کی وجہ سے چھوٹی چیز سے لے کر بڑی سے بڑی ہر چیز کو گن گن کر دیا جاتا ہے پھر بھی اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو صبح و شام دلہن کو طعنے دیئے جاتے ہیں، اور زدوکوب کیا جاتا ہے، جب صورت حال ایسی ہے تو کیا اس قبیح چیز کو ہدیہ اور تحفہ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ بڑے ہی نادان اور سادہ لوح ہیں وہ لوگ جو اس مہلک رسم کو ہدیہ اور تحفہ کا نام دیتے ہیں۔

محترم قارئین! جہیز کو ہدیہ اور تحفہ کا نام دینا کسی بھی حال میں صحیح نہیں کیوں کہ:

☆ ہدیہ اور تحفہ خوش دلی سے دیا جاتا ہے۔

☆ ہدیہ اور تحفے اپنی طاقت کے مطابق دیا جاتا ہے۔

☆ ہدیہ اور تحفے دینے میں کسی کا دباؤ نہیں ہوتا ہے۔

☆ ہدیہ اور تحفہ کو وراثت کا بدل نہیں سمجھا جاتا ہے۔

☆ ہدیہ اور تحفہ دینے کے لیے بڑے بڑے قرضے نہیں لیے جاتے ہیں۔

☆ ہدیہ اور تحفہ دینے کے وقت کسی بھی قسم کا دل میں ڈر و خوف نہیں ہوتا ہے۔

☆ ہدیہ اور تحفہ دینے میں اسراف و تبذیر سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔

برادران اسلام! آپ مذکورہ باتوں کو ایک بار پھر غور سے پڑھ لیں، آپ خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جہیز کے اندر یہ ساری چیزیں مفقود ہوتی ہیں، جب ایسی صورت ہے تو جہیز کو ہدیہ اور تحفہ کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے!!

جہیز کو جائز کر لینے کا تیسرا حیلہ وبہانہ:

سماج و معاشر کے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑی ہی چالاکی اور عیاری سے جہیز کو حاصل کر لیتے ہیں اور اس مال کو یہ کہہ کر اپنے سمدھی کو دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھئے بھائی صاحب ہم تو جہیز لینے اور دینے کے قائل نہیں ہیں اسی لیے آپ جو کچھ بھی دینا چاہتے ہیں آپ اپنی بیٹی اور داماد کو دے دیں، آپ اگر اپنی بیٹی کو اتنا اتنا سونا دیں گے تو وہی پہنے گی، وہی خوش رہے گی، ہم کو اس کے مال سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اور پھر یہی لوگ بہو کے سسرال پہنچتے ہیں اس مال پر یہ کہہ کر قبضہ جما لیتے ہیں کہ انہوں نے ہم کو دیا ہے، اور اگر خدانخواستہ سونا وغیرہ دینے میں کچھ کمی ہو جائے تو اپنے بہو کو زدوکوب کرنا شروع کر دیتے ہیں، کم جہیز لانے کی وجہ سے صبح و شام طعنے کسنا ان کا وطیرہ بن جاتا ہے ہر وقت لڑکی کو یہ بول کر ذہنی ٹینشن دیتے ہیں کہ تمہارے سرپرستوں نے تجھے جہیز میں کچھ دیا ہی نہیں۔ الغرض طرح طرح کے برے برے القابات سے اس کی زندگی سے چین و سکون کو چھین لیتے ہیں۔ اسی لیے ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں۔

جہیز کو جائز کر لینے کا چوتھا حیلہ:

ہمارے درمیان کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جو دینداری کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں، مگر نکاح و بیاہ کے وقت میں ان کی ساری دینداری ختم ہو جاتی ہے اور جہیز لینے کا ایک اچھا بہانہ بتاتے ہیں کہ دیکھئے آپ جو دینا چاہیں دیں ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہے مگر ایک کام آپ کو ضرور کرنا پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ آپ کھانا اچھا کھلائیں، اچھا اور بڑا اور مہنگا فنکشن ہال بک کریں، ایسا اور ایسا انتظام کریں اس لیے کہ ہم تو آپ سے کچھ مانگ نہیں رہے ہیں بس اسی کو آپ سب کچھ سمجھئے۔ یہ ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ طوعاً و کرہاً لڑکی کے رشتے داروں کو ماننی پڑتی ہیں اگر اس میں کچھ کمی ہو جائے تو پھر دیکھئے کہ ان کی کیا حالت ہو جاتی ہے آگ بگولہ ہو کر لڑکی اور پھر اس کے تمام رشتے داروں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

جہیز لینے کا پانچواں بہانہ: اکثر و بیشتر ایسا دیکھنے اور سننے

میں آتا ہے کہ مرد حضرات اور نوجوان یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم تو جہیز لینے اور دینے کے قائل نہیں ہیں مگر کیا کریں ہماری عورتیں ہماری بات نہیں سنتی ہیں، کون سمجھائے، ہم مجبور ہیں، اگر نہیں لیں گے تو ہمارے گھر کے افراد ہم سے ناراض ہو جائیں گے، ہم کو گھر سے نکال دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھ لیں اگر کسی گھر کی یہی حالت ہے اور اس گھر میں عورتیں حاکم اور مرد محکوم اور غلام بنے بیٹھے ہیں تو پھر اس گھر کو ہلاکت و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "**لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ**" وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے کسی عورت کو اپنا حکمراں بنالیا۔ (بخاری: ۴۴۲۵) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جہیز کی وجہ سے ہی عورتیں اپنے گھر کو تباہ و برباد کر لیتی ہیں اور مرد خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں، آج اسی جہیز کی وجہ سے ہی ایک عورت ایک عورت کی دشمن بنی بیٹھی ہے اور اسی جہیز کی وجہ سے ہی ایک عورت دوسرے عورت کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

جو نوجوان جہیز حاصل کرنے کے لیے اپنے والدین کو ذریعہ بناتے ہیں ایسے لوگوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حرام و ناجائز اور گناہ کے کاموں میں والدین کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ اللہ رب العالمین نے واضح طور پر یہ حکم صادر فرمادیا ہے کہ "وَوَصَّیْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" (العنکبوت: ۸) "ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے ہاں اگر یہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ ایسے شرک کا ارتکاب کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا"۔ یعنی اگر والدین تمہیں شرک کا حکم دیں اور دیگر معاصیات کا حکم دیں اور اس پر ابھاریں تو تم ہرگز ہرگز ان کا کہنا نہ ماننا۔ اور یہی حکم جناب محمد عربی ﷺ کا بھی ہے کہ "**لا طاعة لمخلوق فی معصية الله عز وجل**" اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی ہے۔ (مسند احمد: ۱۰۹۵، الصحیحۃ للالبانی: ۱۷۹) پتہ یہ چلا کہ جب گناہ کے کاموں میں ماں باپ کی اطاعت نہیں کی جاسکتی ہے تو پھر کیوں اور کس طرح سے ماں باپ کی ناراضگی کا بہانہ بنا کر جہیز حاصل کیا جاسکتا ہے!!

جہیز لینے اور دینے کا چھٹا اور آخری حیلہ وبہانہ:

سماج و معاشرے کے اندر بہت سارے افراد یہ کہہ کر جہیز لیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنی بیٹی کو جہیز دیا تھا تو کیا ہم نہ لیں۔ جیسے ہم نے دیا تھا ویسا ہم بھی لیں گے، آج کل تو جہیز کے بغیر شادی ناممکن ہے۔ اسی طرح سے بہت سارے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا جاتا ہے کہ کیا کریں جہیز اگر ہم نہیں لیں گے تو لوگ ہمیں بدنام کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو اس نے جہیز نہیں لیا اس کا مطلب ہے کہ اس لائق نہیں ہے اسی لیے اس کو دلہن والوں نے جہیز نہیں دیا وغیرہ وغیرہ۔

یاد رکھیں! یہ ساری باتیں بے بنیاد اور غیر کے مال کو ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کے حیلے اور بہانے کے سوا کچھ نہیں۔ کیوں کہ شریعت کے احکام واصول وقت اور حالات کی مناسبت سے بدلتے نہیں ہیں اور نہ ہی جھوٹے حیلوں اور بہانوں سے حرام چیزوں کو حلال کیا جاسکتا ہے، آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو نہ تو اپنی بیٹی کو جہیز دیتے ہیں اور نہ ہی بیٹے کی شادی میں جہیز لیتے ہیں، درحقیقت جس انسان کے دل میں اللہ کا ڈر و خوف ہوگا اور اسے اپنی آخرت کی فکر ہوگی تو وہ اس طرح کے حیلے اور بہانے نہیں کرے گا۔ لہٰذا یاد رکھ لیں کہ اس طرح کے اوچھے حیلوں اور بہانوں سے جہیز کے نام سے دوسروں کے مال کو لینا جائز نہیں ہے۔

برادران اسلام!

جو لوگ بھی جہیز لینے اور دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے کیوں کہ جو لوگ بھی جہیز کے نام پر لڑکی والوں سے مال مانگتے ہیں، لاکھوں روپیہ حاصل کرتے ہیں کل قیامت کے دن ان کے چہروں پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے "**ما یزال الرجل یسال الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعة لحم**" (بخاری: ۱۴۷۴، مسلم: ۱۰۴۰) یعنی کہ آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا۔ اسی طرح سے ایک دوسری حدیث کے اندر آپ ﷺ نے تو یہاں تک بیان فرمایا ہے کہ جو لوگوں سے مانگتے ہیں وہ کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا اس طرح کئے جائیں گے کہ جب وہ میدان محشر میں حاضر ہوں گے تو ان کے چہروں پر زخموں اور دانتوں کے کاٹنے کی طرح نشانات ہوں گے، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**من سال وله ما یغنیه جاء ت یوم القیامة خموش أو خدوش أو کدوح فی وجهه**" (ابوداؤد: ۱۶۲۶ وصححہ الالبانیؒ، صحیح الجامع للالبانیؒ: ۶۲۷۹) یعنی کہ جو شخص مانگے حالانکہ وہ چیز اس کے بقدر ضرورت وکفایت موجود ہے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ ان کا چہرہ زخمی ہوگا یا اس پر خراشیں ہوں گی یا نوچا ہوا ہوگا۔

خبردار!

یاد رکھیں جو لوگ بھی جہیز کا مال کھاتے ہیں اور اسی جہیز کے لیے عورتوں کے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں، اسی جہیز کے لیے انہیں نذر آتش کرتے ہیں، اسی جہیز کے لیے انہیں صبح وشام گالیاں دیتے اور طعنے کستے ہیں، اسی جہیز کے لیے ان کی زندگی سے چین وسکون کو چھین لیتے ہیں اور پھر انہیں خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے۔ کیوں کہ ایسے لوگوں کے جتنے بھی نیک اعمال ہیں سب کے سب غارت ہو جائیں گے، ان کے نیک اعمال سے دوسروں کی نجات تو ہو سکتی ہے مگر ان کی نہیں بلکہ ایسے لوگ جہنم کے گڑھے میں پھینک دئے جائیں گے

گرچہ انہوں نے نیکیوں کے انبار ہی کیوں نہ لگائے ہوں، جیسا کہ مسلم شریف کے اندر سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حبیب کائناتﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے پوچھا کہ ”اتدرون من المفلس“ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے نبیﷺ ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس ”من لا درهم له ولا متاع“ درہم ودینار یعنی روپے پیسے اور ساز وسامان نہ ہو! صحابہ کرامؓ کا یہ جواب سن کر آپﷺ نے فرمایا کہ نہیں بالکل نہیں بلکہ ”ان المفلس من امتی یاتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکاة“ میری امت کا حقیقی مفلس وہ انسان ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ وغیرہ عمل کا اجروثواب لے کر کے آئے گا مگر اسی کی حالت یہ ہوگی کہ ”ویاتی قد شتم هذا وقذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا“ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، یہ سارے افراد رب کے حضور اپنی فریاد لے کر حاضر ہو جائیں گے تو رب العالمین دنیا کے مظلوموں کے حق میں یہ فیصلہ فرمائے گا کہ ”فیعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته“ ان کی نیکیوں کے انبار سے نیکیاں اٹھا اٹھا کر دے دیا جائے گا اور ہر ایک کو اس کے ظلم کے بقدر اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی مگر ابھی کچھ ہی دیر ہوا ہوگا کہ اس کی تمام نیکیاں ختم اور دعویدار باقی رہ جائیں گے، رب العالمین پھر حکم دے گا کہ اب تو انصاف کی ایک ہی صورت ہے کہ مظلوموں کے جو گناہ ہیں اس ظالم کے اوپر ڈال دیا جائے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے، آپﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا اور پھر ”ثم طرح فی النار“ اسے جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسلم: ۲۵۸۱، ترمذی: ۲۴۱۸) یہ حدیث ہمیں تنبیہ کرتی ہے کہ جو لوگ بھی دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں، انہیں گالیاں دیتے ہیں، انہیں مارتے اور پیٹتے ہیں، ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا۔ ذرا سوچیں کہ ان عورتوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی بہوؤں کے اوپر اور ان مردوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی بیوی کے اوپر جہیز کے مسئلے کو لے کر ہراساں کرتے ہیں، صبح وشام طعنے دیتے ہیں۔

اخیر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اے الہ العالمین تو امت مسلمہ کو ہر خارجی وباطنی فتنوں سے حفاظت فرما، مسلم قوم کو عقل سلیم عطا فرما تاکہ وہ اس رسم بد کو چھوڑ سکیں۔
آمین تقبل یارب العالمین

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات
اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پته

مکتبه ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006
فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

نورالاسلام شفیع مدنی
استاد جامعہ امام ابن تیمیہ

منہج سلف کے پاسدار اور دعوتِ توحید وسنت کے علمبردار

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ اور ان کی دعوت کے اثرات

مجدد دین، داعی کبیر، واعظ بےنظیر، کاتب بےمثیل، مرد انقلاب، پاسبان منہج اسلاف، شیخ الاسلام، مصباح ظلام، مفید انام الشیخ الامام ابوالحسین محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد التمیمی رحمہ اللہ ۱۱۱۵ھ موافق ۱۷۰۳ء میں خطہ عرب کے شہرۂ آفاق علاقہ نجد کے ایک معروف شہر ''عیینہ'' میں پیدا ہوئے جو ریاض کے شمال میں تقریبا ستر کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کا خاندان دسویں صدی ہجری سے ہی علم وجاہ، فضل وکمال اور عزت وشہرت کا حامل خاندان تھا، آپ کے والد حنبلی مذہب کے قدآور عالم، نامور قاضی اور فقیہ وقت تھے۔ آپ کے دادا سلیمان بن علی اپنے زمانے میں جزیرہ عرب کے مشاہیر علماء وفقہاء وقضاۃ میں سے ایک تھے۔ آپ کے چچا شیخ ابراہیم بن سلیمان نجد کے معروف اصحابِ علم میں سے ایک شہرت یافتہ عالم دین تھے۔ آپ کے برادر محترم کا شمار خطہ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ امام موصوف کے پانچ بیٹوں میں سے چار علماء کبار میں سے تھے اور آپ کے بھائی سلیمان کے تمام بیٹے اور پوتے موقر ومستند علماء میں سے تھے۔ آپ کا خاندان قبیلہ بنوتمیم کے مشرف خاندان سے نسبت رکھتا تھا جس قبیلہ کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر کتاب العتق اور کتاب المغازی میں اور امام مسلم نے کتاب فضائل الصحابہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے بنوتمیم کے بارے میں تین باتیں سنی ہے تب سے میں ان سے محبت کرتا ہوا آرہا ہوں، میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''وہ میری امت میں دجال کے لیے سب سے زیادہ سخت ہوں گے''۔ اور جب آپ کی خدمت میں اس قبیلہ کے صدقات آئے تو فرمایا: ''یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس قبیلہ کی ایک قیدی بنائی گئی باندی تھی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اسے آزاد کردو وہ اولاد اسماعیل میں سے ہے''۔

آپ کا زمانہ طالب علمی:

آپ بچپن ہی سے حد درجہ ذہین وفطین اور شوقِ علم وذوقِ مطالعہ سے سرشار تھے۔ غیر معمولی حافظہ وذاکرہ کے مالک تھے۔ شرافت ونجابت کی روشن علامت اور اعلی و ارفع ذہن وفکر کے حامل اور ردائے عفت وطہارت سے مزین وآراستہ تھے۔ دس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی قرآن کریم کو حفظ کرلیا تھا۔ ابتدائی تعلیم علمائے بیت بالخصوص والد محترم اور اپنے چچا سے حاصل کیا۔ والد محترم ہی سے تفسیر وحدیث اور فقہ حنبلی اور عقائد کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد خود آپ کی قوتِ فہم وادراک کو دیکھ کر حیران وششدر ہوتے اور فرماتے: میں نے اپنے بیٹے محمد کے ذریعہ بہت سے احکام جانے اور سمجھے۔ [روضۃ ابن غنام: ۲۵/۱، اور عنوان المجد لابن بشر: ۶/۱] زمانہ طالب علمی ہی سے آپ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم، ابن عروہ حنبلی اور ابن کثیر۔ رحمہم اللہ۔ جیسے قائدین سلفیت وحامیان سنت وعارفین اسرار شریعت کے گرویدہ اور ان اساطینِ علم وفن کی تحریرات وتصنیفات کے دلدادہ تھے۔ اعلی تعلیم کے حصول اور بحر علم ومعرفت میں غوطہ زنی کر کے حکمت ومعرفت کے بیش قیمت موتیوں سے دامن مراد کو شاد وآباد کرنے کے لیے مختلف مراکز علم ومدائن حکمت ومعرفت کا رخ کیا۔ سفر حج سے اپنے علمی اسفار کا آغاز فرمایا اور حج کی ادائیگی کے بعد فقیہانِ حرم کی علمی نوازشات وعطایا سے قلب وذہن کو منور کرنے کے بعد چشمۂ علم منبع عرفان، مقام نزول قرآن ومرکز ہدیت وایمان مدینۃ الرسول۔ علیہ افضل الصلوات واتم التسلیمات۔ کا رخ کیا۔ اور اس گہوارۂ وحی اور معدن توحید وسنت میں وقت کے سب سے بڑے عالم وعارف شیخ عبداللہ بن ابراہیم سیف نجدی سے کسب فیض کیا جنہوں نے آپ پر بڑی فیاضی کے ساتھ اپنے علم وحکمت کے خزانے لٹائے اور آپ کو اصلاح ودعوت کے میدان کا عظیم شہسوار بنایا۔ اور انہوں نے ہی آپ کی ملاقات شیخ محمد حیات محدث سندھی سے کرائی جنہوں نے آپ کو اپنے علم وتجربات کے خزانے سے حکمت و دانائی کے لعل وگہر عطا کیے۔ ان کے علاوہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے شیخ علی آفندی داغستانی، شیخ اسماعیل عجلونی شیخ عبداللطیف عفالقی احسائی اور شیخ محمد عفالقی احسائی وغیرہم کے علم وعرفاں کے چراغ مستنیر سے اپنے علم کا شمع روشن کیا۔ مگر اس صحرانوردی وآبلہ پائی نے راہِ علم کے اس مسافر کے شوقِ طلب اور ذوقِ تحصیل میں اور شدت وصلابت پیدا کردیا، چنانچہ انہوں نے اپنے طویل علمی سفر کے بعد دوسرے سفر علم کے لیے اپنے اندر بےقراری وبےچینی کو محسوس کرتے ہوئے اس بار بصرہ کا رخ کیا اور وہاں شیخ محمد المجموعی جیسے نامور علماء سے اپنی علمی تشنگی کو بجھاتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت، شرک وبدعات کی مخالفت، رفض وتشیع کی معارضت اور کتاب وسنت پر مشتمل توحید خالص کی دعوت کو عام کرتے ہوئے ہر سو پھیلے ہوئے اوہام واباطیل اور بدعات وخرافات اور شرکیہ عقائد واعمال کی تردید وانکار کا فریضہ بھی ادا کرتے رہے، نیز علمی واصلاحی موضوعات پر نہایت قیمتی اور

نادر کتابیں اور رسالے تحریر فرماتے رہے۔ جس کے نتیجے میں سنت الہیہ کے مطابق آپ کو تعصب وتحزب کے دیوانوں کی طرف سے سخت ترین مصائب وآلام اور طرح طرح کی تہدیدات وتخویفات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے ساتھ نازیبا وناروا سلوک کیا گیا حتی کہ بعض علمائے سوء وسفہائے قوم کے اشارے پر آپ کے قتل واعدام کی کوششیں بھی کی گئیں چنانچہ آپ نے وہاں سے شام کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ بنالیا لیکن سامانِ سفر کے لٹ جانے کی بنا پر آپ کو مجبورا کچھ دنوں تک ''زبیر'' میں قیام فرما ہوکر اور وہاں کے علما وفقہاء سے استفادہ کرنے کے بعد نجد کی طرف واپس ہونا پڑا۔ واپسی میں احساء کے اندر قیام پذیر ہوئے اور وہاں کے علماء وائمہ کے شموع علم سے اپنے ذہن وفکر کے دریچوں کو روشن کیا، بالآخر اپنے طویل علمی اسفار (جو کہ ۱۱۴۴ھ اور ۱۱۴۹ھ کی درمیانی مدت پر محیط تھے) کے بعد حریملاء کے لیے رختِ سفر باندھا جہاں ان کے والد عیینہ سے منتقل ہوکر پہلے ہی سے سکونت پذیر تھے، اس طرح مختلف بلاد وامصار کے علمی اسفار کے بعد علوم ومعارف کے خزائن اور نوع بنوع کے ذاتی تجربات وعینی مشاہدات کے ذخائر سے مالا مال ہوکر دعوت وارشاد اور تجدید واصلاح کی پر خار وادی میں بے خطر کود پڑے۔ اس وقت پورے جزیرہ عرب کی بالعموم اور نجد وحجاز اور اس کے گردونواح کی بالخصوص دینی وعلمی حالت نہایت ناگفتہ بہ اور ناقابل یقین حد تک بدحال ہو چکی تھی۔

امام الدعوۃ کے آغاز دعوت سے پہلے نجد وحجاز کی دینی وعلمی حالت:

آپ نے اپنے علمی اسفار کے دوران جن شہروں اور قصبوں میں قیام کیا وہاں لوگوں کو اعلانیہ شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا۔ لوگ شرک وبدعات اور کفریہ اعمال ورسوم کو پوری عقیدت کے ساتھ انجام دے رہے تھے۔ مدینہ منورہ کے سفر میں لوگوں کو نبی ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ وتابعین اور دیگر صالحین کی قبروں کے پاس طرح طرح کے شرکیہ اعمال انجام دیے جارہے تھے۔ صحابہ واہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کی قبروں کے پاس وہ سب کام انجام پاتے تھے جو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے لائق وزیبا ہیں۔ آپ کا اپنا شہر نجد تو ضلالت وگمراہی میں سر سے پیر تک ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی حالت سب سے زیادہ بدتر تھی۔ ابن بشر وابن غنام وآلوسی اور حافظ وھبہ جیسے مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ نجد خرافات، فاسد عقائد اور دین مخالف سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اور لوگوں نے اسلام کے جبین روشن وچہرۂ پرنور کو اپنی بداعمالیوں اور شرک نوازیوں سے اس قدر داغدار بنادیا تھا کہ اس کے اصل روپ کی شناخت مشکل ہوگئی تھی۔ شیخ الاسلام کے پوتے شیخ عبدالرحمن بن عبداللطیف آل شیخ نجد اور اس کے مضافات کے احوال وکوائف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس دعوت کے ظہور سے قبل اہل نجد پوری طرح اسلام اور اس کی تعلیمات سے دور ہو چکے تھے۔ بلکہ شرک وضلالت کی عمیق کھائی میں جا پڑے تھے۔ ان کی حالت قبل از بعثت کی جاہلیت اولی کے مشرکین سے مختلف نہیں تھی یہ بھی انہیں کی طرح اپنے اولیاء اور نوع بنوع کے اصنام واوثان سے وابستگی رکھتے تھے۔

کچھ قبروں کو صحابہ کی طرف منسوب کرکے ان کا طواف کیا جاتا تھا، ان سے حاجات طلب کیے جاتے تھے اور دفع مصائب وبلیات کے لیے ان کو پکارا جاتا تھا اور استعانت طلب کی جاتی تھی۔ جبیلہ، درعیہ اور منفوحہ وغیرہ میں کفر وشرک کے بے شمار اڈے تھے جہاں دین کے نام پر لوگوں کے ایمان وعقیدہ کا سودا کیا جاتا تھا اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرکے مختلف حیلوں اور وسیلوں کے ذریعہ انہیں لوٹا جاتا تھا۔ بصرہ وزبیر کا حال بھی کچھ مختلف نہیں تھا، پورے عراق وشام اور مصر ویمن میں شرکیہ اعمال اور فاسد عقائد ورسوم کے پودے لہلہا رہے تھے۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پورا جزیرۂ عرب کفر وشرک کے نرغے میں جکڑا ہوا تھا۔ اور اسلام خود اس کے ماننے والوں کے درمیان اجنبی وغیر مانوس بنا ہوا تھا، پورے خطے میں اسلام کی غربت ہویدا تھی اور جس بے چارگی وغربت کی حالت میں اسلام شروع ہوا تھا اسی حالت میں لوٹ آیا تھا ''بَدأَ الِاسْلامُ غَرِيباً وَسَيَعُودُ كَمَا بَدأَ'' [مسلم:۱۴۵، ابن ماجہ ۳۹۸۶] حتی کہ بہت سے مقامات پر اوثان واصنام کی باضابطہ پرستش بھی ہورہی تھی بالکل اس حدیث کے مصداق: ''لاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَعبُد فِئَامُ أُمتي الأَوْثَانَ'' [ابوداود:۴۲۵۲، ابن ماجہ:۴۰۰۰ اوران کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے] یعنی قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے کچھ افراد وجماعات بت پرستی نہ کرنے لگیں۔ اور بعض روایات میں ہے: وَسَتَعبُدُ قَبائِلُ مِنْ أُمَّتِي الأَوثانَ وَ سَتَلْحَقُ قَبائِلُ مِن أُمَّتِي بِالْمُشرِكِينَ. [شیخ البانیؒ نے صحیح ابن ماجہ: ۳۲۰۷ میں اس کو صحیح ٹھہرایا ہے] اور اس وقت بہت سے لوگ اپنے دینِ صحیح سے غافل وبے پروا ہوکر یہود ونصاری اور مشرکین کے عقائد وعبادات کے متبع بن چکے تھے، نبی اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مصداق: لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَن قَبلَكُم حَذْوَ القُذَّةِ بِالقُذَّةِ [البخاری:۳۴۵۶، مسلم:۲۶۶۹] یعنی تم لوگ (آگے چل کر) ضرور بالضرور اپنے سے پہلوں (یہود ونصاری ومشرکین) کی من وعن پیروی شروع کردوگے۔ اور لوگوں نے قبروں کے ساتھ مشرکانہ تعلق قائم کرلیا تھا جس کی سخت نکیر فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيائِهِمْ مَسَاجِدَ [البخاری:۱۳۳۰، ۱۳۹۰، مسلم:۱۱۸۴]

اس طرح کے پر آشوب حالات میں اور امت کے بگاڑ اور فساد کے ایسے دور میں ایک مجدد وقت کا ظہور لازم تھا جو شرک وبدعات کے طوفانوں کا رخ موڑ سکے، اور امت کو ایک ایسے ناخدا کی سخت ضرورت تھی جو بداعمالیوں وبداعتقادیوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے سفینۂ قوم مسلم کو باہر نکال سکے۔ اور چونکہ اللہ تعالی نے آپ کو تجدید واصلاح کے مبارک عمل کے لیے منتخب فرمایا تھا لہذا آپ کے لیے ممکن نہیں تھا

کہ عام علماء کی طرح ان خرافات وانحرافات کا مشاہدہ کر کے سکوت فرمالیں، اور نہ آپ کا ایمان اتنا ادنی درجہ کا تھا کہ ناموس شریعت کے ساتھ اس طرح کے گھناؤنے سلوک کا معاینہ کرنے کے بعد محض قلبی کراہیت کے اظہار پر اکتفا کرلیں اور نہ ہی آپ کی دینی غیرت اور بے پناہ عزیمت آپ کو اس کی اجازت دیتی تھی کہ آپ صرف زبانی انکار پر انحصار کریں۔ مجدّدین و مصلحین کی قلبی حالت اور ذہنی ساخت ہی کچھ الگ ہوتی ہے۔ وہ مادی اسباب پر اعتماد کرنے سے زیادہ اپنے ایمان ویقین پر اور اللہ تعالی کی نصرت وحمایت پر اعتماد کرتے ہیں۔ انہیں ہر حال میں اور ہر قیمت پر شریعت کا دفاع، عقائد کی اصلاح اور کتاب وسنت کی حاکمیت کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے وہ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ قلم وزبان کے علاوہ ممکنہ اسباب کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور ایسا ہی امام الدعوۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کیا جنہوں نے اصلاح وتجدید اور اقامتِ دین کے لیے کسی کی پروا کیے بغیر دعوت واصلاح کے پُر خار وپُر خطر میدان میں کود پڑے۔

دعوت واصلاح کا آغاز:

دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی زمانہ داعیانِ دین ومنادیانِ اسلام واصحابِ علم وعرفان اوراربابِ فقہ وافتاء سے خالی نہیں ہوتا مگر مجددین وقت اور مصلحین امت کے ظہور کا ایک وقت ہوتا ہے، انسانی فطرت اور الہی حکمت ومصلحت کے تحت مرور زمانہ کے ساتھ لوگوں کے عقائد واعمال اور عادات وعبادات میں بتدریج انحرافات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ایک واقعہ کی خبر جتنی زیادہ دور تک جاتی ہے اس میں اتنی ہی زیادہ آمیزش پیدا ہوتی چلی جاتی ہے، ایک حقیقت جب آگے کی طرف بڑھتی ہوئی چلتی ہے تو اس میں افسانے اپنی جگہ بناتے چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات حقیقت افسانوں میں گم ہوکر رہ جاتی ہے۔ ایک طرف انسانی نفس سرکشی وعناد، اور کجی وانحراف کا دلدادہ ہوتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو منحرف کرنے کے لیے شیطان اپنے تمام ترحیلوں اور وسیلوں کے ساتھ مصروف عمل ہوتا ہے۔ وہ برے اعمال وعقائد کو مزین کرکے پیش کرتا ہے۔ اور اکثر لوگ اس کا شکار وآلہ کار بن جاتے ہیں۔ اصحاب عزم واستقلال میں بھی اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہوتی۔ اور جب کوئی علاقہ جہالت وضلالت کا عنوان، فتنہ وفساد کا سرچشمہ اور بداعمالی وبدعقیدگی کی علامت ہو اور وہاں کے بیشتر لوگ علم و معرفت کے نور سے محروم اور تہذیب وثقافت سے بیگانے ہوں تو شیطان کو اپنی بساط بچھانے اور لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے کے لیے ایسی سرزمین کچھ زیادہ ہی سازگار نظر آتی ہے۔ ویسے لوگوں میں پچھلا سبق بھول جانے کی بہت ہی قدیم وقبیح عادت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالی کو دنیا کے اندر مختلف اوقات میں انبیاء ورسل کو مبعوث کرنا پڑا تاکہ وہ لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلائیں اور ہر سو پھیلی ہوئی نئی نئی بیماریوں کا علاج بتائیں۔ نبی آخر الزماں، محمد مصطفی ﷺ کی رسالت کے ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالی نے سلسلہ نبوت ورسالت کا خاتمہ فرمادیا لیکن نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ وعدہ فرمایا کہ وہ انبیائی مشن کو جاری رکھنے اور عقائد واعمال کی اصلاح کرنے اور دین کی تنقیح وتجدید کے لیے وقتا فوقتا مصلحین ومجددین کو منظر عام پر لاتا رہے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم، ہادی عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَبعثُ لِهَذِهِ الأُمَّةِ عَلَى رَأسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَها [ابوداود، کتاب الملاحم، حدیث: ۴۲۹۱، والمستدرک للحاکم ۴/۵۲۲، حدیث: ۸۵۹۲، والصحیحۃ للعلامۃ الالبانیؒ: ۵۹۹] یعنی اللہ تعالی میری امت کے لیے ہر صدی کے شروع (یا اخیر) میں ایک ایسا شخص (مجدد) مبعوث کرے گا جو دین اسلام کی ان کے لیے تجدید کرے گا۔

اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوت کے انقطاع کے بعد اللہ تعالی نے سلسلہ مجددیت کا اجرا فرمایا تاکہ دین وشریعت میں سرایت کر جانے والے اعمال و عقائد کی اصلاح وتجدید کا کام ہوتا رہے، اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ عقائد واعمال میں فسادات وخرافات پیدا ہوتے رہیں گے جن کے ازالہ کا عمل مجددین کے ہاتھوں انجام پاتا رہے گا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت مجدد وہ ہے جو اسلام کو اس کی اصل شکل وصورت میں واپس لائے۔ اسلام کے رخ انور سے بدعات وخرافات کے گرد وغبار کو صاف کرے۔ اپنے قول وعمل سے مردہ سنتوں کو زندہ کرے۔ تحریر وبیان اور لسان وممکنہ اسباب سے کفر وشرک کے خلاف برسرپیکار ہو۔ اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بالکل ہی آزردہ خاطر نہ ہو۔ یعنی دین کو اسی حالت میں لے جانے کی جان توڑ کوشش کرے جس حالت میں وہ عہد نبوی میں تھا۔ ازخود مجددیت کا دعوی کرلینے سے، یا لوگوں کی طرف سے کسی کو مجدد باور کرلینے سے، یا کسی کی محض عظمتِ شان، بلندی کردار، یا کثرتِ علوم ومہارات اور دینی وملی خدمات کی وجہ سے اس پر مجددیت کا حکم لگا دینا بالکل ہی ناقابل تسلیم ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نہایت عظیم المرتبت عالم دین اور بلند پایہ فقیہ وادیب اور فصیح اللسان خطیب تھے۔ اصلاح وتجدید اور دعوت وتبلیغ کے نشہ سے سرشار، اور شرک وبدعات اور اوہام وخرافات کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ سلطنت عثمانیہ کے زیر اثر عرب کے علاقوں اور ریاض وحجاز اور ان کے اطراف واکناف میں شرک وبدعات کی جو بادسموم چل رہی تھی اور لوگوں کے عقائد واعمال میں جو خرافات و انحرافات سرایت کر چکے تھے ان کی تردید، منحرف افکار ونظریات کی تنقیح، اور دین اسلام میں داخل کر دیے جانے والے افعال واقوال اور عبادات وعادات کی اصلاح و تجدید کا عمل انہوں نے جس اخلاص وجانفشانی اور جس جرأت وبسالت سے انجام دیا، اور اس راہ میں جو قربانیاں پیش کیں، قدم قدم پر پیش آنے والے مصائب وآلام کا جس صبر واستقامت کے ساتھ سامنا کیا، اور لوگوں کی زبان درازیوں ودشنام

طرازیوں اور الزام تراشیوں کا جس سنجیدگی و شائستگی کے ساتھ جواب دیا، ایسا ردعمل اور اس قسم کا صبر وضبط انبیاء و مصلحین اور مجددین اور مخلص داعیانِ دین کی ذات بابرکات سے ہی ظاہر ہوسکتا ہے۔

ان پر لگائے جانے والے الزامات واتہامات:

امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے یوں تو طالب علمی کے زمانہ سے ہی دعوت واصلاح کے عمل کا آغاز کردیا تھا اور اس زمانہ میں بھی جہاں جہاں شرک وبدعت کے مظاہر دیکھتے ان کی تردید اور اصلاح کے لیے کمربستہ ہوجاتے، لیکن اپنی دعوت کا باضابطہ آغاز حریملاء سے کیا اور اس کی شروعات عقیدۂ توحید کی دعوت سے ہوئی جس سے انبیاء ورسل کی دعوت کا آغاز ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو توحید کے منافی تمام مشرکانہ اعمال سے منع کیا جن کا اپنے قرب وجوار میں مشاہدہ کیا تھا۔ قبروں اور درختوں وغیرہ سے تبرک حاصل کرنے اور تعویذ وگنڈے لٹکانے، وسیلہ کے غیر مشروع طریقے اپنانے اور غیر شرعی اعیاد کا اہتمام کرنے جیسے اعمال کی پوری قوت کے ساتھ تردید شروع کی۔ بحث ومناظرہ کیا جس کی وجہ سے اہل زمانہ کے سب وشتم اور لعن وطعن کا شکار بننا پڑا، حتی کہ آپ کو متعدد بار مختلف شہروں میں قتل کرنے، بدنام کیے جانے اور جگہ جگہ سے جلاوطن کیے جانے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ اور زوال پذیر خلافتِ عثمانیہ اور اس کے کارپردازوں اور شرک وبدعت کے نفع بخش کاروبار سے مال وجاہ اور دولت وثروت حاصل کرنے والے ساہوکاروں اور بیوپاریوں کی طرف سے آپ کی دعوتِ سلفیت اور پیغام کتاب وسنت کو طرح طرح کے الزامات واتہامات کے ذریعہ بدنام وبے اثر کرنے، عالم اسلام میں اس کے نشرواشاعت کو روکنے اور اس کے مثبت اثرات کو خطہ عرب تک محدود کرنے کی جان توڑ کوششیں کی گئیں اور اس کے لیے تمام طرح کے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ سلفی دعوت کی اس قابل قدر تحریک کو رسوا کرنے اور امام الدعوۃ کے تمام تجدیدی واصلاحی مساعی جمیلہ کو سبوتاژ کرنے اور عوام الناس کو اس دعوت سے متنفر کرنے اور انہیں اس کے اثرات سے دور رکھنے کے لیے عمداً ایک منظم سازش کے تحت اس پر ''وہابیت'' یا ''وہابی دعوت'' یا ''نجدی دعوت'' کا لقب چسپاں کیا گیا۔ اور آپ اور آپ کی دعوت کے ساتھ آپ کے معاندین ومخالفین نے ویسا ہی کچھ کیا جو انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ دجاجلہ زماں وفراعنہ وقت نے کیا تھا اور جیسا ہر زمانے کے ائمہ مصلحین کے ساتھ ہوتا آیا ہے اور جس کی خبر خود اللہ تبارک وتعالی نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ دیا ہے: (أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِم فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ) کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہیں دعوی ایمان کے بعد بلا آزمائش کے چھوڑ دیا جائے گا۔ ہم نے ان سے پہلے بھی لوگوں کو آزمایا تھا اور یقیناً اللہ ان میں سے سچے اور جھوٹے افراد کو بخوبی جانتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دعوتی زندگی میں کیا کچھ پیش نہیں آیا۔ آپ ﷺ کو کذاب، جادوگر اور مجنون کہا گیا۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی۔ مکہ سے بے دخل کردیا گیا۔ آپ کے قدم مبارک لہولہان کردیے گئے۔ آپ کو قتل کردینے کی کوششیں کی گئیں۔ آپ اور آپ کی دعوت کا کام تمام کرنے کے ارادے سے کئی جنگیں بھڑکائی گئیں۔ ایسا ہی کچھ آپ کے بعد آپ کے لائے ہوئے دین کے مخلص دعاۃ اور اصلاحی وتجدیدی سرگرمیوں کو انجام دینے والے بےلوث افراد کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا۔ اور حامل لوائے اسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے ساتھ بھی اس وقت کے دسیسہ کاروں وفتنہ پردازوں نے ویسا ہی سلوک کیا۔ انہیں طرح طرح سے ہراساں وپریشاں کیا گیا۔ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا گیا۔ آپ کے قتل واعدام کی کوششیں کی گئیں۔ آپ کو بددین وبدطینت کہا گیا۔ انگریز کا ایجنٹ قرار دیا گیا۔ نبوت کا مدعی، گستاخ رسول اور امت کی تکفیر کرنے والا بتایا گیا۔ آپ کی دعوتِ توحید کو وہابی اور نجدی فتنہ سے تعبیر کیا گیا اور آپ کے پیروکاروں کو وہابی کہہ کر پکارا گیا اور آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کے لیے ''بدعتی''، ''کافر'' اور ''خارجی'' جیسے نام بھی استعمال کیے گئے جب کہ آپ کی دعوت خالص کتاب وسنت اور منہج سلف صالح پر مبنی دعوت تھی۔ شرک وبدعات کو مٹانے اور توحید خالص کی طرف بلانے اور اسلام کی اشاعت اور انسانیت کی بھلائی ورہنمائی کے لئے برپا کی گئی جو ایک نہایت متبرک ومسعود تحریک تھی جو کافی حد تک بارآور ثابت ہوئی اور جس کے **خصائص وامتیازات** یہ تھے:

☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا غایت درجہ اہتمام۔

☆ شرک وبدعات کا پرزور انکار اور توحید خالص کے قیام کے انبیائی مشن کا اقرار واثبات اور منہج سلف صالح کی ترویج واشاعت۔

☆ عقائد کی اصلاح پر زور، قبروں پر مزارات کی تعمیر، انہیں مساجد کا مقام دینا اور عیدموالید منانے، اور تعویذ وگنڈے اور غیر اللہ سے استغاثہ واستعانہ اور غیر مشروع توسل وتبرک جیسے قبیح اعمال کی شدید مخالفت۔

☆ بلاتحریف وتاویل اور بلاتشبیہ وتکییف وتمثیل اللہ تبارک وتعالی کے لیے اسمائے حسنی وصفاتِ علیا ثابت کرنا۔

☆ عقائد واعمال کو اسی شکل وصورت کی طرف واپس لانا جس صورت میں وہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھے۔

☆ کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنا۔ اور اس کے لیے ہر ممکن ومشروع ذریعہ کو اختیار کرنا۔

آپ کی دعوت کے اثرات:

آپ کی دعوت نے علاقہ کے کئی امراء وحکام پر اثر ڈالا اور انہوں نے آپ کی دعوتِ توحید اور ازالہ بدعات ومنکرات کی کوششوں میں آپ کی مکمل پشت پناہی کی اور دعوتِ توحید وسنت کے شمع کو فروزاں کرنے میں گراں قدر حصہ داری ادا کی۔ اور جن امراء بلاد نے پوری طاقت وقوت اور ہر قسم کے سامانِ حرب وضرب کے ساتھ قافلہ دعوتِ سلفیت کا دفاع کیا اور تجدید واصلاح کے محاذ پر آپ کے شانہ بشانہ کھڑے رہے ان میں سب سے اوپر شہر درعیہ کے امیر امام محمد بن سعود رحمہ اللہ کا اسم گرامی آتا ہے۔ جنہوں نے ۱۱۵۷ھ یا ۱۱۵۸ھ میں آپ کا اپنے شہر میں پر جوش خیر مقدم کیا اور آپ کی حفاظت وحمایت کا پختہ وعدہ کرنے کے ساتھ دعوت واصلاح کا عمل پوری آزادی وبے باکی کے ساتھ انجام دینے کی اجازت دی۔ شیخ نے ان کو اپنی دعوت کے اصول بتائے اور ان پر کاربند ہونے کی صورت میں اللہ تعالی کی نصرت وحمایت حاصل ہونے کا مژدہ سنایا۔ دونوں اماموں نے اس پر اتفاق کیا کہ ان اصولوں کی تبلیغ کی جائے گی۔ اللہ کے راستے میں جنگ کیا جائے گا۔ اسلامی شریعت کو نافذ کیا جائے گا۔ نیک کاموں کا حکم دیا جائے گا اور منکرات وسیئات کا خاتمہ کیا جائے گا۔ [عنوان المجد فی تاریخ نجد، ابن بشر ج ۱ ص ۳۵]

شیخ رحمہ اللہ درعیہ میں دروس وخطبات اور خطوط ومراسلات کے ذریعہ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ امراء وحکام کو بھی انہوں نے اپنی نئی ریاست میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے کچھ نے تسلیم کیا اور کچھ نے صاف انکار کردیا۔ آپ نے کبھی اپنے ذاتی اغراض کے لیے کسی سے جنگ نہیں کی۔ آپ نے عبد الرحمٰن السویدی کو لکھے مکتوب میں فرمایا تھا: جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے تو میں نے کبھی بھی کسی سے اپنی زندگی اور عزت نفس کے لیے لڑائی نہیں کی۔ [مولفات الشیخ محمد بن عبد الوہاب ج ۷ ص: ۳۸]

امام محمد بن سعود کی امارت اور امام محمد بن عبد الوہاب کی رعایت میں درعیہ نے مرکزی حیثیت حاصل کرلیا۔ کچھ جنگی مہمات سر کرنے کے بعد بیشتر بلاد نجد اس کے تابع ہوگئے۔ ۱۱۷۹ھ میں امام محمد بن سعود رحمہ اللہ کے وفات پا جانے کے بعد ان کے فرزند عبد العزیز رحمہ اللہ درعیہ کے حاکم بنے اور انہوں نے پورے نجد پر قبضہ کرلیا اور شاندار اسلامی ریاست قائم کیا۔ ان دونوں اماموں کی مخلصانہ کوششوں کے ثمرات دور دراز کے علاقوں تک پھیل گئے۔ توحید وسنت کی دعوت عام ہوئی اور شرک وبدعات کا زور ٹوٹا۔ عرب قبائل میں صدیوں سے چلے آرہے غلط رسوم ورواج کا خاتمہ ہوا۔ غلو آمیز تصوف اور غلو پسندی نے جن غیر شرعی امور کو رواج دیا تھا ان کی تطہیر ہوئی اور جہالت نے خطے میں ضلالت وگمراہی کے جو پودے لگائے تھے انہیں اکھاڑ پھینکا گیا۔ دین اسلام کے جسم اطہر سے ملتصق داغ دھبوں کو زائل کردیئے جانے کے بعد وہ اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوبیوں کے ساتھ معاشرے میں جلوہ گر ہوگیا۔ اس طرح پورے خطہ کو کتاب وسنت کی حاکمیت کے تابع بنا دینے، اسے امن کا گہوارہ اور روشنی کا منارہ بنا دینے اور طویل مدت تک توحید وسنت کے چراغ کو فروزاں رکھنے اور اس کی روشنی سے شرک وبدعات اور خانہ ساز رسوم ورواج کی تاریکی کو دور کرنے کے متبرک ومسعود عمل کو انجام دینے کے بعد ماہ شوال ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۱ء میں اصلاح وتجدید کا نیر آفتاب اور توحید وسنت کا روشن ماہتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی دعوت نے دنیائے اسلام پر گہرے اثرات چھوڑے۔ لوگوں کو کتاب وسنت کی طرف موڑا۔ اسلام کی احیائے نو کا کام کیا۔ بہت سارے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ علمائے دین وداعیان اسلام کو شرک وبدعات کے خلاف لب کشائی کرنے کا حوصلہ ملا۔ عقیدے کی اصلاح کرنے اور عقائد کی کتابیں پڑھنے اور پڑھانے کا چلن عام ہوا۔ آپ کی دعوت نے عالم اسلام کے بہت سارے علماء ودعاۃ کو متاثر کیا جنہوں نے آپ کی دعوتِ توحید وسنت کو آپ ہی طریقہ پر عام کرنے اور سلفِ صالحین کے منہج کو پھیلانے کا بیڑہ اٹھایا۔ نیز عالم اسلام کے اندر کچھ ایسی جماعتیں اور تحریکیں بھی جلوہ گر ہوئیں جن کا مقصد آپ کے مشن کی تکمیل اور آپ کی دعوتِ توحید واصلاح کو اپنے زیر اثر علاقوں پھیلانا تھا۔ عراق کے نامور عالم عبد العزیز بک الشادی، بغداد کے علی بن محمد السویدی، علامہ محمود آلوسی اور محمود شکری رحمہم اللہ وغیرہ آپ کی دعوت کے عظیم دعاۃ میں سے تھے۔ شام کی مشہور سلفی شخصیات میں سے جمال الدین قاسمی، عبد الرزاق البیطار، طاہر الجزائری، محمد کامل القصاب، شکیب ارسلان اور محمد کرد علی رحمہم اللہ وغیرہ آپ کی دعوت کے مشہور مبلغین وناصرین میں سے ہیں۔ مصر کے اندر عبد الرحمٰن الجبرتی، محمد حامد الفقی، علامہ رشید رضا اور ان کے استاذ شیخ محمد عبدہ رحمہم اللہ بھی آپ کی دعوت سے متاثر تھے۔ اور ان لوگوں نے مختلف طریقوں سے آپ کی دعوت کو پھیلایا۔ مراکش میں سید محمد عبد اللہ اور مولی سلیمان بن محمد عبد اللہ نے آپ کی دعوت کا علم اٹھا رکھا تھا۔ برصغیر ہند وپاک میں سید احمد عرفان بریلوی اور سید اسماعیل، عبد اللہ غزنوی، بشیر الدین القنوجی، محمد بشیر السہسوانی، عبد الحلیم لکھنوی اور الحاج شریعۃ اللہ رحمہم اللہ جیسے بے شمار لوگ ہیں جو آپ کی دعوت اور طریقہ عمل سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ یہی نہیں بلکہ سارے عالم اسلام میں ایسے علماء موجود تھے جو آپ کی دعوت سے متاثر ہوکر خالص کتاب وسنت کی دعوت کے ساتھ شرک وبدعت اور آبائی رسوم ورواج کی مخالفت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالی آخرت میں آپ کے درجات بلند کرے۔ اور آپ کی دعوت کتاب وسنت واصلاح عقائد کے اثرات کو اور زیادہ عام کرے۔ اور ہم سب کو اس دعوت کا داعی وسپاہی بنائے۔

☆☆☆

محرم الحرام کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۹/اگست ۲۰۲۱ء

آج مورخہ ۲۹/ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۹/اگست ۲۰۲۱ء بروز سوموار بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث منزل، واقع اردو بازار، جامع مسجد، دہلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں، ملی تنظیموں اور متعدد رویت ہلال کمیٹیوں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے۔ لیکن ملک کے اکثر حصے میں ابر آلود ہونے کی وجہ سے رؤیت ہلال ماہ محرم الحرام کی کوئی مصدقہ و مستند خبر موصول نہ ہوئی۔ لہٰذا مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل مورخہ ۱۰/اگست ۲۰۲۱ء بروز منگل ذوالحجہ کی ۳۰ویں تاریخ ہوگی۔ ان شاء اللہ

ضلعی جمعیت اہل حدیث دربھنگہ کے امیر اور مدرسہ اسلامیہ بھوارہ مدھوبنی کے صدر بزرگ عالم دین و معروف داعی مولانا ابوبکر سلفی پیغمبر پوری کا سانحہ ارتحال

دہلی: ۱۲/اگست ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے ضلعی جمعیت اہل حدیث دربھنگہ کے امیر، شمالی ہند کی معروف سلفی درسگاہ مدرسہ اسلامیہ، بھوارہ، مدھوبنی، بہار کے صدر، ہندوستان کی قدیم دینی دانشگاہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہیریا سرائے، دربھنگہ کے سابق رکن شوری وسابق صدر ابنائے قدیم احمدیہ سلفیہ، سلفیہ یونانی میڈیکل کالج دربھنگہ کے رکن مجلس عاملہ، مدرسہ عزیزیہ کھرایاں دربھنگہ، مدرسہ اسلامیہ رگھے پورہ، مدھواپٹی، مدھوبنی اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ بیراگنیاں، شیوہر کے سابق استاذ، کامیاب تاجر، علاقے کی مقتدر سماجی شخصیت، معروف عالم دین، ممتاز خطیب اور بے باک داعی مولانا ابوبکر سلفی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملت وجماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مولانا ابوبکر سلفی صاحب نہایت خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز، علماء کے قدرداں، جماعتی غیرت سے سرشار اور متدین انسان تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ جمعیت کی کانفرنسوں ودیگر پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ علاقے میں سلفی مواضعات کا بطور خاص دعوتی واصلاحی دورہ کرتے رہتے تھے۔ عنفوان شباب ہی میں اس وقت کی مرکزی وعظیم درسگاہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے فراغت کے بعد تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے کاز سے جڑے رہے۔ انہوں نے قدیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو سے منسلک ہوکر بہت دنوں تک دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتربیت کا فریضہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں انجام دیا۔ اور اس کے لیے دور دراز کے اسفار کیے۔ خدمت دین کے جذبہ صادق، اخلاص وللّٰہیت اور بے پناہ دینی مزاج وطبیعت کے مالک ہونے کی وجہ سے ہمہ وقت دعوت وتبلیغ کے کام میں منہمک رہتے تھے اور گاؤں وعلاقہ میں خطبات جمعہ کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ ان کی زندگی حرکت وعمل سے عبارت تھی۔ مولانا مجھ ناچیز سے بڑی محبت کرتے تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے۔ چند سال قبل ایک مجلس میں انہوں نے کسی کام پر خوش ہوکر متنبّی کا ایک شعر برجستہ پڑھ کر حاضرین مجلس کو اپنی توجہ کا بایں طور پر بھی مرکز بنالیا کہ:

مضت الدهور وما اتين بمثله
ولقد اتى فعجزن عن نظرائه

اور اس کے بعد ان کی علمی وادبی صلاحیتوں کا بھی مظاہرہ ہوتا رہا اور ساٹھ ستر سال سے تدریسی سلسلہ منقطع ہونے کے بعد بھی ان کی یہ خوبی، صلاحیت اور ذاکرہ باعث حیرت واستعجاب بنتا رہا۔ افسوس کہ آج مورخہ 12/اگست 2021ء کو بوقت ساڑھے دس بجے صبح دربھنگہ کے پارس اسپتال میں مختصر علالت کے بعد ایک بھرپور زندگی گزار کر بعمر تقریباً 90/سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امیر محترم نے کہا کہ مولانا کا انتقال جماعت وجمعیت کا بڑا خسارہ ہے اور ان کی موت سے میں ذاتی طور پر بھی ایک مخلص اور ہمدرد شخصیت سے محروم ہوگیا ہوں، جس کا بے حد غم ہے۔ آج ہی شام پانچ بجے آبائی وطن پیغمبر پور دربھنگہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ جنازے میں علاقے کے عوام خواص کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، چھ ہونہار وصالح اور کامیاب تجار اور دینی وجماعتی غیرت سے سرشار صاحب زادے جناب عمر فاروق صاحب (فاروق برادرس کے

پروپرائٹر،تقریبا چار سالوں سے ممبئی کا کاروبار چھوڑ کر والد گرامی کی خدمت کے لیے دربھنگہ میں مقیم ہیں)، جناب ظفر عالم صاحب (نیتاجی) ،مولانا منظر احسن سلفی صاحب (رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہندوڈائرکٹر القلم انگلش اسکول ممبئی اورجمعیت اہل حدیث ممبائی کی ایک فعال واہم شخصیت)، جناب مظہر امام صاحب، جناب اظہر امام صاحب، انجینئر اشرف امام صاحب، تین صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کوقبول کرے، جنت الفردوس کامکین بنائے ، پسماندگان و متعلقین کو صبرجمیل کی توفیق بخشےاور جمعیت وجماعت کوان کانعم البدل عطافرمائے۔آمین۔

نعمتِ آزادی کی قدر اور حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے/ مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ،نئی دہلی میں تقریب یوم آزادی کا انعقاد اور پرچم کشائی

نئی دہلی: ۱۶/اگست ۲۰۲۱ء

آج یوم آزادی ہے اور پورا ہندوستان جشن آزادی کی خوشی سے معمور ومغمور ہے۔میں تمام دیش واسیوں کواس قومی تیوہار کی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔آزادی قوموں کی زندگی کی سب سے بنیادی چیز ہے اور سب سے بڑی چیز بھی۔آزادی نہ ہوتو انسان حقیقت میں جانوروں سے بدتر ہوجاتا ہے۔انسان چاہے جتنا بھی کمزور ہو، یا جتنا بھی چھوٹا ہواور خواہ جتنا بھی وہ کم لکھا پڑھا ہو پیدائشی طور پر اسے آزاد بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے آزادی بخشی ہے۔انسان اللہ کی زمین پر اللہ کی بندگی، اس کی غلامی، اس کی ماتحتی اور اس کی اطاعت کے لیے مکلّف ہے اور یہی چیز اس کو دنیا کے لوگوں کی غلامی سے نجات دلاتی ہے اور آخرت میں سرخروئی وسربلندی عطا کرتی ہے جولوگ اللہ کی بندگی کودل کی گہرائیوں اور عمل کی سچائیوں سے ثابت کرتے ہیں وہی آزادی وطن کے لئے مخلصانہ ایثار وقربانی پیش کرکے اپنے وطن کو غیروں کی غلامی سے آزاد کراتے ہیں اور اس کی حفاظت کے لئے تن من دھن کی بازی لگاتے ہیں۔بلاتفریق مذہب وملت ہمارے اسلاف وپرکھوں نے قومی یکجہتی اور مشترکہ جہد مسلسل سے دیش کو آزاد کرایا اور اس کی تعمیر وترقی میں آخری دم تک لگے رہے اور آج ہم اس قربانی کو یاد کرکے اسی عزم کو دہرانے کے لئے اکٹھا ہیں اور یہی پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے کیا۔موصوف کل مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، واقع اہل حدیث کمپلیکس ،ابوالفضل انکلیو ،نئی دہلی میں منعقد تقریب یوم آزادی پر حسب روایت پرچم کشائی کے بعد حاضرین سے خطاب کررہے تھے۔

امیر محترم نے کہا کہ صحیح معنی میں وہی لوگ آزادی کی حقیقتوں کو سمجھتے ہیں، جوآزادی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، آزادی کے لیے قربانیاں دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو لوگوں کی غلامی اور جکڑ بندی سے نکال کر اللہ کی بندگی سے جوڑتے اور اس کی وسیع زمین پر آزادی کے ماحول میں اس کی عبادت کے لیے لا کھڑا کرتے ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور جنہوں نے اس کی غلامی کو قبول کرلیا ہے۔اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ ہندوستان جب غلامی کی طرف پہلا قدم رکھ رہا تھا تو اس وقت کے علماء خصوصا سرخیل امت ہندیہ شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ آگے آئے اور حکومت وعوام کواس فتنے سے متنبہ کیا اور بعد کے دنوں میں اسی خانوادے کے گل سرسبد اسکندر وقت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور ان کے بعد صادقان صادقپور نے جدوجہد آزادی کی قیادت کی اور جب تک ملک آزاد نہ ہوگیا تن کے گورے اور من کے کالے بیگانگان بعید الوطن کو دیش نکالا دینے کے لیے یہ سرفروش مجاہدین جان ومال کی گراں قدر قربانیاں پیش کرتے رہے۔جس کا ذکر جمیل ڈاکٹر تاراچند، ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، مولانا غلام رسول مہر جیسے انصاف پسند مورخین نے کیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ ۱۸۵۷ء میں بہر حال بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جوقوت متحد ہوئی تھی اور اس وقت مجاہدین میں کافی جوش تھا۔میرٹھ سے جنرل بخت کا جوقافلہ چلا تھا وہ اسی تحریک شہیدین یعنی اہل حدیثوں کے مجاہدین تھے جنہوں نے سب کو اکٹھا کیا تھا۔اور ''ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی'' کا نعرۂ مستانہ لگایا تھا اور سارے ہندوستانی جوق درجوق بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں اکٹھا ہوگئے تھے۔لیکن بہادر شاہ ظفر کے ساتھ جس طرح سے لوگ مجتمع ہوئے تھے اگر تھوڑی دیر صبر کرکے اس کے جوان، اس کے رنگ روٹ، اس کے فوجی اور سپاہی تھوڑا سا ہوش سے کام لیے ہوتے اور کچھ عوام الناس کے بے جا تصرفات اور شورش پر قابو پالئے ہوتے اور آپسی ڈسپلن قائم کرنے میں کامیاب ہوجاتے تو ہندوستان کبھی بھی غلامی کی زنجیر میں نہیں جکڑتا۔ ان تمام حالات میں آزادی کے اس جشن کو مناتے ہوئے ہم اگر ان قربانیوں کو یاد کرنا چاہتے ہیں اور صحیح معنوں میں اس قربانی کے صحیح ثمرات وبرکات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کا پھل صحیح طریقے سے کھانا چاہتے ہیں تو ہمیں آپسی بھائی چارہ اور قومی یکجہتی اور اخوت انسانی کو فروغ

دینا ہوگا، ہرطرح کی جغرافیائی تفریق، اونچ نیچ، بھید بھاؤ اور تفریق مٹانی ہوگی اور ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی کا نعرہ مستانہ لگانا ہی نہیں بلکہ اپنے اندر اس روح حریت کی بازیابی بھی کرنی ہوگی جس سے ہمارے جلیل القدر مجاہدین آزادی سرشار تھے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں تمام دیش واسیوں کو مبارکباد پیش کی، ملک میں امن وخوش حالی اور آپسی میل جول اور بھائی چارہ کے لیے دعا کی اور زور دے کر کہا کہ آیئے ہم عزم کرتے ہیں کہ اللہ کی عطا کردہ اس سرزمین وطن عزیز کے جو حقوق ہم پر عائد ہیں ان کو آخری سانس تک ادا کرتے رہیں گے اور اپنے دیس، اپنے دیس واسیوں اور ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے ہم اس جھنڈے کو سدا پھہراتے رہیں گے اور سدا سربلند رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے، اپنے دین اور ایمان اور اسلام کے تقاضوں کو اللہ رب العزت والجلال کی مرضی کے مطابق پورا کریں گے۔ اور اپنے اپنے حقوق کو منوانے اور حاصل کرنے سے زیادہ اپنے آزاد وطن کا حق ادا کرنے اور اپنے دیگر بھائیوں کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھنے اور اس کو ادا کرنے کا بھرپور جتن کریں گے۔ ایک خوشگوار ماحول میں تعمیر وترقی ملک کے ساتھ ہم سب بام عروج پر پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔

اس موقع پر المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے ذمہ داران واساتذہ، کارکنان اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ ان میں مولانا مفتی جمیل احمد مدنی، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، انجینئر قمرالزماں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ترنگا کشائی کے بعد قومی ترانے بھی گائے گئے اور خوشی ومسرت کے اس موقع پر شیرینی تقسیم کی گئی۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق شیخ الجامعہ معروف عالم دین مولانا نعیم الدین مدنی صاحب کا انتقال پرملال

دہلی: ۲۳/اگست ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے موقر استاذ اور سابق شیخ الجامعہ معروف عالم دین مولانا نعیم الدین مدنی صاحب کے انتقال پرملال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو علمی دنیا کا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ استاذ محترم مولانعیم الدین مدنی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ایک متواضع وملنسار اور عالمانہ اخلاق وعادات سے متصف انسان تھے۔ آپ ایک ممتاز معلم ومربی اور کامیاب داعی تھے۔ آپ کا آبائی وطن کوپلور، گرانٹ ٹولہ بھٹ پرا، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی تھا۔ ۱۵/نومبر ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مشہور تعلیمی ادارہ جامعہ دارالہدیٰ یوسف پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال تک جامعہ رحمانیہ بنارس میں رہے۔ پھر جامعہ سلفیہ بنارس میں داخل ہوئے اور سن ۱۹۷۷ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے لیسانس کی ڈگری حاصل کی۔ مکہ مکرمہ مدینہ میں اس وقت دعوت وتبلیغ میں مہارت حاصل کرنے اور فارغین جامعات کو ٹریننگ دینے کے لیے ڈپلوما کورس چلتا تھا آپ نے اس میں داخلہ لیا، اور کورس مکمل کرکے آپ مکہ مکرمہ سے وطن واپس لوٹ آئے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ عبدالمحسن العباد، مولانا محمد ابراہیم رحمانی یوسف پوری، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا محمد ادریس رحمانی بنارسی، مولانا عبدالوحید رحمانی شیخ الجامعہ بنارس، مولانا محمد عابد رحمانی بنارس، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بنارس، مولانا رئیس ندوی بنارس، وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ تعلیمی مراحل سے فراغت کے بعد ۱۸/نومبر ۱۹۸۲ء میں آپ جامعہ سلفیہ بنارس سے منسلک ہوئے جہاں تادم واپسیں تعلیم وتربیت سے وابستہ رہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں آپ بڑی محنت اور شوق سے پڑھاتے تھے۔ میں نے فقہ مقارن میں بدایۃ المجتہد جیسی اہم کتاب مولانا سے ہی پڑھی۔ مولانا بنارس واطراف کی مساجد میں بسااوقات اور حافظ ظہور والی مسجد میں ایک جمعہ میں اور ایک جمعہ مولانا پابندی سے خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ چونکہ جامعہ کی مجلس افتاء کے چھ اعضاء میں سے ایک رکن میں بھی تھا اس لیے افتاء میں مولانا کی دقت نظری اور بزرگی کا قریب سے اندازہ ہوا۔ آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جو ترویج کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں، جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان شاءاللہ۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا ادھر کافی علیل تھے اور گورکھپور میں ان کا علاج چل رہا تھا، لیکن وہاں جب علاج ومعالجہ کے باوجود ان کی صحت بگڑتی ہی چلی گئی تو انہیں مورخہ ۹/اگست ۲۰۲۱ء کو دہلی ریفر کیا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اس دوران دہلی میں مولانا کی عیادت کا بھی موقع ملا اور آج نصف شب کو ایمس اسپتال دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں ۴/لڑکے عبدالحق، ضیاء الحق، عبدالرحمٰن، عبدالسلام اور ۴/لڑکیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ آج ہی آبائی وطن میں بعد نماز عصر ان کی تدفین عمل میں آئی۔ جس میں جم غفیر نے شرکت کی۔

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے اور جمعیت وجماعت اور جامعہ سلفیہ بنارس کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین

☆☆☆

صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کا تاریخ ساز کارنامہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کا تاریخ ساز کارنامہ : اسلامی معاشرے میں مساجد کا ایک کلیدی اور بنیادی مقام ہے مساجد و معابد کا وجود اتنا ہی پرانا ہے جس قدر انسان پرانا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (آل عمران:۹۶) چنانچہ روز اول سے ہی مساجد سے مسلمانوں کا تعلق رہا ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا۔

علاقہ میوات جو اکثر مسلم علاقہ ہے جو ہریانہ اور راجستھان کے کچھ اضلاع اور مغربی یوپی پر پھیلا ہوا ہے جس میں جماعت اہل حدیث کی تعداد موجودہ سروے کے مطابق ایک لاکھ 29 ہزار افراد پر مشتمل ہے اور ایک سو ستر مساجد و مدارس پائے جاتے ہیں۔

شہر نوح علاقہ میوات کا مرکزی و ضلعی مقام ہے اس علاقہ کو اسلام قبول کئے لگ بھگ ساڑھے نو سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر اس طویل مدت میں جماعت اہل حدیث کے شایان شان کوئی مسجد نہیں تھی جبکہ دیگر مسلم تنظیمات کے مدارس و مساجد کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے مراکز بھی ہیں۔

ایک عرصے سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ نوح جیسے شہر میں اپنی جماعت کی بھی ایک مرکزی مسجد و مقام ہونا چاہیے چنانچہ سن ۲۰۱۵ء کے اوائل میں جماعت کے چند غیور علماء اور نوجوان ڈاکٹر الحاج آس محمد صاحب گوھانہ کے مکان پر ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ شہر نوح میں جماعت کے لئے ایک مرکزی جگہ خریدی جائے اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دوسری میٹنگ ہوئی جس میں مولانا محمد الیاس صاحب شکراہ، مولانا دین محمد جھانڈہ، حافظ عبدالحفیظ صاحب نوح، مولانا عبدالمنان سلفی اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی اس میٹنگ میں اسی (۸۰) ہزار روپے نقد وصول کئے گئے اور یہ طے پایا کہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے لہذا اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کی اگلی میٹنگ جماعت کے مرکزی مقام شکراوہ میں امیر جمعیت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے ذریعہ بنائی گئی حاجی آس محمد والی مسجد میں ہوئی جس میں جماعت کے اکثر احباب نے شرکت فرمائی بقول شاعر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

الغرض یہ آواز جماعت کے کونے کونے میں پھیل گئی اور ہر جگہ مناسب تعاون ملتا رہا معاونین میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب شکراوہ، حاجی عبدالرشید شکراوہ، حاجی محمد یعقوب صاحب جہٹانہ، حاجی احمد صاحب جے ای جھانڈہ، محمد عثمان صاحب جلال پور اور راقم الحروف خاص طور پر شامل تھے الحمدللہ احباب جماعت کی دلی لگن و محنت سے گیارہ سو گز رقبہ مناسب جگہ حاصل کر لی گئی زمین کی خرید کے بعد اب چونکہ مسجد کی تعمیر کا معاملہ تھا جس کے لئے زر کثیر کی ضرورت تھی جس کیلئے اس وقت کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی مدنی حفظہ اللہ کے سامنے مسجد کا منصوبہ پیش کیا گیا۔ مولانا موصوف نے دوسری میٹنگ میں زمین کی رجسٹری کو دیکھ کر فرمایا کہ سوسائٹی کسی اور نام سے ہے اور رجسٹری کسی فرد واحد کے نام سے ہے جس پر سوسائٹی یا جمعیت کا نام نہیں ہے چنانچہ اس فروگزاشت پر ناظم عمومی کی نظر پڑنے اور توجہ دلانے سے ان کے شکریہ کے ساتھ اس کی درستگی کا اہم ترین کام حاجی سعید احمد صاحب نیمکا، حاجی دین محمد صاحب قانون گو نے اپنی عقلمندی اور ہوشیاری سے اس معاملہ کو جلد ہی حل کر دیا۔

یہ زمین جماعت کی رجسٹرڈ سوسائٹی کی ہوگئی اور الحمدللہ جلد ہی اس کام کے آغاز کے لیے لئے خارجی تعاون کی کوشش کی گئی مگر خارجی تعاون نہ مل سکا اس سلسلے میں مرکزی ناظم اعلی مولانا اصغر علی صاحب سے بھی رابطہ کیا گیا اور انہوں نے یقین دہانی اور وعدہ تو نہیں کیا لیکن بھرپور کوشش جاری رکھنے کی بات ضرور کہی اور جب معاملہ آگے بڑھنا شروع ہوا تو اس میں بعض لوگوں نے اپنی طرف سے پیش کش شروع کردی۔ انہوں نے اس نقشہ میں ردو بدل کرنے کے ساتھ اس کو بنانے کی بات کہی اور عملاً کچھ نہ ہوا۔ یوں معاملہ متاخر ہوتا گیا اور مزید ملتوی ہوتا چلا گیا۔ اخیر میں موجودہ امیر ناظم عمومی کی طرف پھر رجوع کیا گیا اور انہوں نے زمین کی خریداری کی طرح اس کو بنانے کے لئے بھی اہل میوات کو جوش دلایا اور ترغیب دی جس پر جمعیت اور کمیٹی کے ذمہ داران نے آپ ہی سے شروع کرنے پر اصرار کیا اور دلیل یہ دی کہ ابھی ہم نے احباب جماعت سے زمین کی خریداری میں خطیر رقم وصول کی ہے۔ لہٰذا آپ کام شروع کر دیں پھر ہمیں عوام کے سامنے جانے میں تامل نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک معتد بہ رقم مسجد کی بنیاد کے لئے ناظم عمومی موجودہ امیر مرکزی جمعیت نے احباب کی مدد سے تعاون فرمایا جب کہ مجوزہ نقشہ ڈھائی کروڑ تھا اس بے سروسامانی کی حالت میں احباب جماعت نے توکل علی اللہ اس کار خیر کو انجام دینے کا فیصلہ کر لیا اور مؤرخہ 28 جولائی کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی صاحب حفظہ اللہ اور دیگر احباب جماعت کی موجودگی میں مسجد کا سنگ بنیاد آپ کے ہاتھوں رکھ دیا گیا اور احباب جماعت کے ساتھ امیر جماعت اہل حدیث ہند بھی توجہ اور خصوصی تعاون فرماتے رہے اور تعمیر کے بعد چھت کی ڈھلائی کا کام 24 جون 2021 کو مکمل ہوگیا الحمدللہ علی ذلک۔ احباب جماعت نے خصوصی توجہ فرما کر اس کار خیر میں تعاون فرمایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی جملہ معاونین و امیر محترم اور محسنین کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کے لئے اس چیز کو صدقہ جاریہ بنائے ان کے جان و مال میں برکت عطا فرمائے۔

آخیر میں عزیزم مولانا خورشید احمد محمدی صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے چھت کی ڈھلائی میں خاص توجہ فرمائی۔ میں جملہ جماعت کو عموما اور خصوصا جماعت اہل حدیث ہریانہ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس جماعتی میراث کی حفاظت کریں اوراس کومزید ترقی دیں ابھی مسجد کی تکمیل میں بہت کام باقی ہے جس کی تکمیل احباب جماعت کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کام کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچائے آمین یارب العالمین

خصوصی گذارش : احباب جماعت سے مسجد کیلئے خصوصی تعاون کی پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں تعاون کی رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلی مقام بنائیں اوراس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے :(1) سیمنٹ،سریا،روڑی،ریت (2) نقد رقم (3) کاریگروں اورمزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (4) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ روغن وغیرہ کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اوراعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

ارسال زرکا پتہ

محمدی جامع مسجد اہلحدیث سوسائٹی نوح سوسائیٹی رجسٹر نمبر 01097

3609325905 :c/A

CBiN0284754:codeIfsc

رابطہ نمبر:8053871673 (ناظم)941624598 (خازن)

(ازمولانا عبدالرحمٰن سلفی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ)

معروف عالم دین اور ممتاز داعی مولانا عتیق الرحمن مدنی صاحب کا امریکی ریاست ارجنٹینا میں انتقال پر ملال: یہ جان کر انتہائی غم وافسوس ہوا کہ امریکہ میں مقیم معروف عالم دین اور ممتاز داعی مولانا عتیق الرحمٰن مدنی صاحب کا کل مورخہ 20/ اگست 2021ء مطابق ۱۰ر محرم الحرام امریکی ریاست ارجنٹینا میں ایک ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عتیق الرحمٰن مدنی صاحب کا آبائی وطن نیبوا، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ابتدا ہی سے نہایت ذہین و فطین تھے اور ہمیشہ کلاس میں اول آتے تھے۔ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے کسی وجہ سے تعلیم مکمل نہ ہوسکی۔ جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو سے فراغت حاصل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا، وہاں بھی ممتاز رہے۔ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے امریکہ پہنچ گئے۔ دوران قیام امریکہ کی زیادہ معلومات نہیں ہے۔ اس عرصے میں بعض مناسبات سے ایک دو ملاقاتیں رہی ہیں۔ مولانا جامعہ سلفیہ بنارس میں میرے سینئر تھے لیکن تفاوت سن کے باوجود مجھ سے کافی زیادہ تعلق رکھتے تھے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے آخری دوسالوں میں ملاقات رہی۔ مجھ سے بہت محبت فرماتے اور بڑی خیرخواہی کرتے تھے۔ آپ نے زندگی کا بڑا حصہ امریکہ میں بطور داعی الی اللہ بسر کیا۔ آپ کی وفات علمی ودعوتی دنیا کا خسارہ ہے

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

عظیم علمی وعالمی شخصیت، داعی کبیر اور شمالی ہندکے معروف وعظیم ادارے کے مؤسس ورئیس جامعہ ابو ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج یوپی ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار فریوائی حفظہ اللہ کو صدمہ: نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبردی جاتی ہے عالم اسلام کی ایک عظیم علمی شخصیت وداعی جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ سابق پروفیسر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ کے بڑے بھائی جناب اشفاق خاں صاحب کی اہلیہ اور ڈاکٹر ثاقب صاحب کی والدہ ماجدہ کا کل بتاریخ 23 اپریل 2021 بروز سوموار پریوا، لال گوپال گنج میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ انتہائی متواضع، نیک دل، صوم وصلاۃ کی پابند تھیں، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے، بشری لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس کا مکیں بنائے، آمین

جملہ پسماندگان خصوصاً ڈاکٹر ثاقب سلمہ، عزیزم نجم سلمہ اوران کی بہنیں فرحت، محترم ڈاکٹر صاحب اور بھائی عبیدالرحمٰن و دیگر تمام اہل خانہ وخویش واقارب کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے۔ آمین یارب العلمین۔ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆

اعلان

محترم قارئین زیر نظر شمارے میں ۱۶ تا ۳۱ر اگست ۲۰۲۱ء والے شمارے کو بھی ضم کردیا گیا ہے۔ (ادارہ)

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

ملک کے متعدد مقامات میں سیلاب سے جانی و مالی نقصانات پر اظہار رنج وغم

تعاون کی اپیل

ملک کے متعدد مقامات خصوصا صوبہ مہاراشٹر اور بہار وغیرہ کے بعض اضلاع کے اندر غیر معمولی بارش کی وجہ سے سیلاب کی ابتر صورت حال اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے بھاری جانی و مالی نقصانات شدید رنج وغم کا باعث ہیں اور اس مصیبت کی گھڑی میں سب ہی سے انسانیت کے ناطے تعاون کی اپیل ہے۔

مصیبت زدہ علاقوں خصوصا مہاراشٹر میں بارش رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے اور تباہی بڑھتی ہی جا رہی ہے لہٰذا متاثرین صبر وتحمل کا دامن تھامے رہیں اور آپسی بھائی چارہ اور باہمی تعاون کا خاص خیال رکھیں ۔علاوہ ازیں تمام ہمدردان قوم وملت سے بلاتفریق مذہب اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں انسانیت کے رشتے کو نبھاتے ہوئے اپنے بھائیوں کی بھرپور امداد کریں۔اسی طرح صوبائی ومرکزی حکومتوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ متاثرین کی راحت رسانی، بازآبادکاری نیز نقصانات کے معاوضہ کے سلسلہ میں مناسب اقدامات کریں، اس میں کسی قسم کی تساہلی نہ برتی جائے اور انتظامیہ کو پوری طرح چوکس کردیا جائے۔

مرکزی جمعیت نے مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کے لیے دعا اور تمام بھائیوں خصوصا اپنی تمام صوبائی شاخوں کے ذمہ داروں سے ان کی امداد کے لئے اپنے اپنے صوبوں سے بھرپور تعاون کی اپیل کی ہے۔بلاشبہ اتنے بڑے پیانے پر جان ومال کی تباہی وبربادی، قدرتی نظام کا حصہ ہے اور اس طرح کی آفات ارضی و سماوی، زمین پر بسنے والے ہم انسانوں کے گناہوں کے عام ہوجانے کی وجہ سے بھی آتی ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ سنبھلنے کے لئے کبھی کبھی اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے اور اپنے بعض بندوں کو آزماتا ہے لہٰذا اس سے بندوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور صبر واحتساب سے کام لینا چاہئے اور عالمی پیانے پر جہاں بھی لوگ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا اور مصیبت زدہ ہیں سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنی چاہئے اور تعاون میں جہاں تک ممکن ہو حصہ لینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ متاثرین کی خصوصی مدد فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بلاؤں وبیماریوں سے محفوظ رکھے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ودیگر ذمہ داران واراکین

چیک /ڈرافٹ ان ناموں سے بنائیں:

Ahle Hadees Relief Fund
A/c No. 200110100007015
Bombay Mercantile Cooperative Bank LTD
IFSC Code: BMCB0000044
Branch: Darya Ganj, New Delhi

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292